دلائل المسائل
فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی

فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ

کے تحقیقی رسائل کا حسین و جمیل مجموعہ

دلائل المسائل

شیعہ مذہب کی ابتداء - مسائل شیعہ - ماتم کا شرعی حکم

کتاب التراویح - کتاب التراویح پر اعتراضات کے جوابات

کتاب الجنائز - ختم یا فاتحہ مروجہ کے جواز میں دلائل

ندائے یا رسول اللہ کے جواز میں دلائل - اربعین نبویہ

آنحضرت کی نجدیوں سے نفرت - قبور مشائخ پر قبوں کا جواز

وہابیہ سے مناکحت - حضرت غوث اعظم کے ارشادات

وحید الزماں کے اقوال - ابن قیم کے اقوال

ناشر: فرید بک سٹال: ۳۸ اردو بازار: لاہور

نام کتاب ــــــ دلائل المسائل

تصنیف ــــــ فقیہ اعظم ابو یوسف محدث کوٹلوی

ترتیب و تدوین ــــــ عطاء المصطفیٰ جمیل ایم، اے

کتابت ــــــ فضل الٰہی حضرت کیلیانوالہ صاحب

ناشر ــــــ سید اعجاز احمد رکن پاکستان سُنّی رائٹرز گلڈ

مطبع ــــــ عالمین پبلیکیشنز پریس ریٹیگن روڈ۔ لاہور

قیمت ــــــ روپے

ترتیب

پہلی نظر

جدی المکرم حضرت فقیہِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مضامین تقریباً ربع صدی تک الفقیہ امرتسر کی زیب و زینت بنتے رہے۔ آپ نے جس مسئلہ پر قلم اُٹھایا تحقیق کا حق ادا فرما دیا۔ نماز مدلل، کتاب التراویح اور تائید الامام نے تو جلیل القدر علمائے معاصرین سے دادِ تحسین حاصل کی تاہم آپ کی بیشتر تحریریں کتابی صورت میں طبع نہ ہو سکیں۔

الفقیہ میں سے دادا جان کے بعض فقہی مضامین ترتیب دے کر فقہ الفقیہ کے نام سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکا ہوں۔ دلائل المسائل کے نام سے یہ دوسرا مجموعہ حاضرِ خدمت ہے۔

برادرم سید اعجاز احمد صاحب کا ممنون ہوں۔ یہ انہی کے تعاون کا نتیجہ ہے احباب کا تعاون جاری رہا تو سنی بھائیوں کی خدمت میں دادا حضور کی مزید تحریریں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو گی۔

عطاء المصطفٰے جمیل

شیعہ مذہب کی ابتداء

مدلّل اور معلومات افزا

مختصر مگر جامع تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس زمانہ میں تمام دنیا کو ڈرانے اور راہ ہدایت دکھانے کے لیے ملک عرب میں ظاہر ہوئے، آپ کی تبلیغ کسی قوم یا کسی نسل کے ساتھ مخصوص نہ تھی تاہم حضور علیہ السلام نے اپنی اس دنیوی زندگی میں جن قوموں تک آسمانی آواز پہنچائی وہ عرب کے باشندے تھے۔

عرب میں اس وقت بڑی تعداد مشرکین بت پرستوں کی تھی اس کے بعد لامذہبوں یہودیوں صابئین نصاریٰ کا مرتبہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت نے چند دنوں میں ہی دنیا کی کایا پلٹ دی۔ مذکورہ بالا تمام مذاہب نیست ونابود ہونے لگے اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے شروع ہو گئے۔ ابتدا میں ہر ایک باطل مذہب نے آپ کا مقابلہ کیا۔ عداوت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، قتل کے منصوبے باندھے گئے لڑائیاں کیں۔ دولت، ملک اور حسینہ عورتوں کے لالچ بھی دیے، مگر حق کے سامنے کبھی باطل کے پاؤں جمے تھے؟ کہ وہاں جم جاتے، چند دنوں میں ہی غیر مذاہب کے بادل چھٹ گئے اور سب کو ایک ایک کر کے رخصت ہونا پڑا۔ سب سے زیادہ عداوت مسلمانوں کے ساتھ یہود اور مشرکین کو تھی، قرآن پاک نے اس کی خبر دی اور فرمایا۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا۔

کہ تم مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ عداوت رکھنے والے یہود اور مشرکین پاؤ گے۔

چونکہ عرب کا اکثر حصہ مشرکین سے آباد تھا اور حضور علیہ السلام کو اکثر وعظ ونصیحت میں انہی کے ساتھ موقعہ ملتا تھا، یہ لوگ اپنے مذہب کے برخلاف باتیں سن نہیں سکتے تھے۔ اس لیے مشرکین کو حضور علیہ السلام کے ساتھ زیادہ عداوت ہوئی یہودی بھی اس لیے برسرپیکار ہوئے کہ مشرکین کے بعد انہی لوگوں کا اقتدار تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانسو برس پہلے بخت نصر نے یہودیوں پر حملہ کیا۔ اس وقت یہودی خانماں برباد ہو گئے اور شام سے بھاگ کر ملک عرب میں جو شمال عرب میں علاقہ خیبر ہے۔ وہاں جاگزین ہوئے اور وہاں سکونت پذیر ہو کر اپنے مذہب کی اشاعت کرنے لگے، زراعت وتجارت کے ذریعہ انہوں نے اپنا جماؤ مستحکم کر لیا۔ پھر ان کے بطارقہ اور علما مختلف قبائل میں گھومنے لگے اور عرب میں یہودی مذہب کی بنیاد جم گئی، یمن کے مشہور بادشاہ ذونواس حمیری نے یہودی مذہب قبول کر لیا اور لوگوں کو جبراً یہودی بنانے لگا۔ تلوار کے خوف سے عرب مرعوب ہو گیا اور ملک کا بہت حصہ یہود کے قبضہ میں آگیا۔

یہودیوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اپنے برخلاف دیکھی تو انہوں نے عداوت پر کمر باندھ لی۔ واقعات سے پتہ لگتا ہے کہ جس قدر ان کے دلوں میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت تھی۔ اتنی شائد مشرکین کو بھی نہ تھی۔ اسلام کی دن بدن ترقی دیکھ کر جلتے تھے اور مختلف تدبیروں اور منصوبوں کے ساتھ اسلامی قوت کو کمزور کرنے کی کوشش کرتے تھے ان کے علما، رات دن اسی دھن میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح اسلامی طاقت مضمحل ہو۔ کئی بار معاہدے کیے پر خود ہی توڑ ڈالتے، مشرکین عرب کو ہمیشہ اسلام کے برخلاف ابھارتے تھے۔ یہی یہود لوگ تھے جو خود نام کے مسلمان بن کر حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگاتے اور فسق کے ساتھ العیاذ باللہ متہم کرتے، الغرض جو ممکن تدبیریں ہو سکتی تھیں۔ انہوں نے کمی نہ کی، اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان کی شرارتوں کے سبب ان کی گذشتہ ناپاک تاریخ دہرائی اور

شرم دلائی کہ اس قوم کی قدیمی عادت تکذیب ہے۔

موسیٰ علیہ السلام جب لڑنے جاتے ہیں۔ یہودیوں سے امداد طلب کرتے ہیں تو یہی قوم ان کو جواب دیتی ہے۔

اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ۔

اے موسیٰ جا تو اور تیرا رب (بھائی) جا کر دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

یہی وہ لوگ ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کوہِ طور پر جاتے ہیں انہوں نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ نہ موسیٰ علیہ السلام کے مواعظ کا کچھ اثر ہوا نہ ہارون علیہ السلام کا۔

یہی قوم ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام ان کو فرعون سے نجات دلا کر بحیرہ احمر سے پار کرتے ہیں تو کہتے ہیں۔

اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ۔

جیسے ان لوگوں کے لیے خدا ہے۔ ہمارے لیے بھی ایسا خدا بنا۔

اللہ تعالےٰ نے ان کو ایک تاریخی واقعہ یاد دلایا اور فرمایا۔

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ خدا تعالےٰ سے بدلہ پانے کے اعتبار سے جو چیز بری ہے کیا اس سے میں خبر دوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا تعالےٰ نے ملعون کیا اور جن پر خدا غصے ہوا اور خدا نے ان میں سے بندر خنزیر اور بتوں کے پوجنے والے بنا دیے، یہ لوگ بہت برے ہیں۔ ٹھکانے کی رو سے اور سیدھے راستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

اور ان کے علماء کے حالات بھی بیان فرمائے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ

يَحْمِلُ اَسْفَارًا۔

ان لوگوں کی مثال جن پر توریت لادی گئی۔ پھر وہ لاد نہ سکے۔ اس گدھے کی سی ہے۔ جس نے پیٹھ پر کتابیں لادی ہوں۔

پھر ان کی تعریف کا ذکر فرمایا۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ

پھر ان پر اللہ جل شانہ کا ایسا غضب ہوا کہ ان کی ملعونیت کی خبر قرآن پاک میں نازل ہوئی۔ چنانچہ فرمایا۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔

یعنی وہ لوگ جو بنی اسرائیل میں سے کافر ہوئے، وہ داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر ملعون کیے گئے۔ اس لیے کہ انہوں نے بے فرمانی کی اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔

دوسری جگہ فرمایا۔

مَلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا۔

یہ ملعون ہیں جہاں کہیں بھی رہیں گے، پکڑے جائیں گے اور اچھی طرح قتل کیے جائیں گے۔

پھر ہمیشہ کے لیے ان کی ذلت اور مسکنت کا اعلان کیا گیا۔ چنانچہ فرمایا۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ۔

قرآن شریف کے مختلف مقامات میں اللہ تعالےٰ نے یہودیوں کی شرارت و سرکشیوں کی خبر دی۔ یہود لوگ مسلمانوں کی زبان سے اپنے حالات سنتے تھے، اپنی ملعونیت مغضوبیت اور اپنے علماء کی حالت اہل اسلام سے سن کر آگ بگولا ہو جاتے تھے اور جو کچھ ان سے ہو سکا کر گذرے۔ لیکن حق سبحانہ وتعالےٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق ان کو تباہ و ذلیل کیا۔ ان کا اصلی مقام خیبر بھی حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ

کے ہاتھوں فتح ہوا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عداوت خصوصیت
کے ساتھ ان کے دلوں میں جم گئی۔

یہود نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں امن کی درخواست کی
حضور علیہ السلام نے جو کہ سراسر رحمت مجسم تھے، منظور فرمائی اور اس اقرار کے بعد
حضور علیہ السلام خیبر میں تشریف لائے تو انہوں نے نہایت گہری سازش کے
سبب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملا دیا حضور
علیہ السلام نے جب لقمہ اٹھایا تو گوشت نے کہا۔ مجھے نہ کھائیے۔ میں زہر آلودہ ہوں
آپ نے ہاتھ اٹھا لیا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کھا چکے تھے۔ ان کا انتقال ہو گیا۔
حضور علیہ السلام نے اس عورت سے پوچھا کہ تو نے کیوں زہر ڈالا۔ اس نے کہا
اس لیے کہ میں نے سوچا کہ آپ سچے نبی ہوں گے تو آپ کو اطلاع ہو جائے گی اور
اگر آپ کا دعویٰ جھوٹا ہو گا تو لوگ آپ سے محفوظ رہیں گے (معاذ اللہ) کہتے ہیں
کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اس صحابی کے قصاص میں قتل کیا
جو کہ زہر سے شہید ہوا تھا۔ حضور علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ ان کو خیبر سے نکال دیں
مگر انہوں نے بہت آہ وزاری کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ اچھا تم خیبر میں رہو۔ مگر ہمارا
اختیار ہو گا کہ ہم جس وقت چاہیں تم کو نکال دیں۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نیز
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسی طرح رعایت سے مستفیض ہوتے
رہے۔ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں اس اختیار کی بنا پر (جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہمارا اختیار ہو گا جب چاہیں نکال دیں) ان کو نکال
دیا اور مفسدوں سے زمین عرب پاک ہو گئی۔ یہود خیبر سے تو نکلے۔ لیکن مسلمانوں
کا بغض دلوں میں لے کر نکلے۔ انہی باتوں کا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کے لیے ایک
فتنہ عظیم برپا ہوا جو پھر دب نہ سکا جو آج بصورت فرقہ شیعہ آپ کے سامنے ہے۔

یہودیوں کی دولت برباد ہوئی۔ ملک بدر ہوئے۔ بے گھر ہوئے اس وقت
جو کچھ ان کے دلوں میں اسلام کی عداوت ہو سکتی تھی وہ ظاہر ہے۔ وہ ہر وقت

چاہتے تھے کہ کسی طرح اسلام سے بدلہ لیا جائے۔ تاریخی واقعات سے پتہ چلتا ہے
کہ انہوں نے اسلام کے برخلاف ایک نہایت عمیق اور گہری سازش کی اور اسلام
اس کا شکار ہو گیا۔

کامل ابن اثیر تاریخ کی معتبر کتاب ہے۔ اسی طرح ناسخ التواریخ شیعوں کی معتبر
کتاب ہے۔ ان دونوں کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے۔ جس کو مولانا انوار اللہ حیدرآبادی
نے مقاصد الاسلام میں بھی نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات شریف کے
بعد جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو یہودیوں میں سے ایک شخص
عبداللہ بن سبا نے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا۔ اور مسلمانوں میں شامل ہو گیا۔ پھر بصرہ
کوفہ، شام، حجاز کے شہروں میں پھرتا رہا۔ آدمی بہت لسان اور خوش بیان تھا جہاں
جاتا لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیتا۔ مصر پہنچا۔ وہاں بھی مسلمانوں کے ساتھ اس نے ربط
پیدا کیا اور اس قدر ربط پیدا کر لیا کہ عموماً لوگ اس کی باتیں سننے کے لیے اسکے پاس
جمع ہو جاتے۔ ایک دن اس نے عام مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ ہم لوگ یقین
رکھتے ہیں کہ عیسےٰ علیہ السلام تو واپس دنیا میں لوٹ آئیں اور ہمارے آقائے نامدار
صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا میں نہ آئیں۔ حالانکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً حضرت
عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ مسلمانوں میں یہ اعتقاد کس طرح پیدا
ہو گیا۔ اس کی یہ تقریر سن کر بہت سے لوگ اس کے حامی ہو گئے اور کئی مصری
مسلمان قائل ہو گئے کہ بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی واپس دنیا میں تشریف
لائیں گے۔ یہ پہلی بات تھی کہ اس نے مسلمانوں میں اس کا رواج دیا اور کئی لوگ
رجعت پسند ہو گئے اور ایک الگ گروہ بن گیا۔

پھر اس نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کا ایک وصی تھا جو ہارون علیہ السلام ہے۔ تو
کیا تعجب نہیں کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس فضیلت سے محروم رہیں۔
ہرگز نہیں۔ جس طرح بادشاہ بغیر وزیر کے نہیں ہوتا۔ اس طرح نبی بغیر وصی کے نہیں
ہوتا۔ اس لیے ضرور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وصی تھا مسلمانو! وہ وصی موجود

ہے۔ مگر تم دیکھ نہیں سکتے اور تم اندھے ہو کہ تم نے اس کو پہچانا نہیں۔ اس کی یہ تقریر سن کر جو لوگ پہلے حضورؐ کی رجعت کے قائل ہو چکے تھے۔ وہ متمنی ہوئے کہ آپ ہی فرمائیے۔ وہ وصی کون ہے۔ بیشک آپ کا وصی کوئی ضرور ہے۔ آخر ہمارے حضور علیہ السلام کچھ موسیٰ علیہ السلام سے کم تو نہ تھے۔ عبداللہ بن سبا نے جب دیکھا کہ یہ لوگ میرے جال میں آگئے ہیں اور ایک وصی کے منتظر ہیں۔ تو اس نے اعلان کر دیا کہ وہ وصی حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ افسوس کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زبردستی خلافت پر قبضہ کر لیا ہے، جس طرح کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے کر لیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس منصب سے الگ کر دیا۔ مسلمانو! جب حضور علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے تو انہیں کیا منہ دکھاؤ گے کہ آپ کا وصی دربدر مارا پھرے اور تم لوگ ٹس سے مس نہ کرو۔ ظالم غاصب ان کی جگہ لے لیں۔ کیا یہی دین اسلام اور یہی ایمان ہے۔ مصر کے لوگ یہ تقریر سن کر چلائے کہ آخر اب ہم کیا کریں؟ عثمان کی قوت کے مقابلے میں ہم لوگ کیا کر سکتے ہیں۔ اب ہم کس طرح خلافت ان کو دلا کر خدا اور رسول کو خوش کریں۔ ہمیں کچھ سمجھ نہیں آتی کہ اب وصی کی کس طرح امداد کریں۔ کہنے لگے کہ بات آسان ہے تم اپنے چیدہ چیدہ لوگ اسلام کے مرکزی شہروں میں جانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ہر شہر میں پہنچ کر عثمان رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ قاضی و حکام کی نسبت بدظنی پھیلاؤ۔ حکام کے لیے عموماً اہل مقدمہ میں سے ایک فریق ناخوش ہوتا ہے۔ کیونکہ حاکم کا فیصلہ ایک فریق کے ضرور مخالف ہوتا ہے اور مخالف فریق اس کی نسبت بدگمانی پیدا کر لیتا ہے۔ تم لوگ جب حکام کی طرف سے بددلی پھیلاؤ گے۔ بہت لوگ تمہارے ساتھ مل جائیں گے اور تمہارے ساتھ ایک جماعت ہو جائے گی۔ پھر سلطنت کا انقلاب سہل ہو جائے گا۔

لوگوں نے ملک میں پھیل کر اسی طرح کی بددلی پھیلائی۔ عام لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ حکام کی طرف سے بدظن ہو گئے اور اُن کے دلوں میں عداوت و مخالفت پیدا ہو گئی۔ عبداللہ بن سبا کے اشارے سے ایک کمیٹی بن

گئی۔ جس کی صدر کمیٹی مصر میں قرار پائی۔ الغرض ہر ایک شہر میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو اپنے حاکموں سے ناراض تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ آپ نے کچھ لوگ تحقیقات کے لیے بھیجے، انہوں نے خفیہ طور پر تحقیقات کر کے رپورٹ دی کہ شکایات بے اصل ہیں۔ آپ سن کر خاموش ہو گئے۔

عبداللہ بن سبا کی کاروائیاں وسیع ہو رہی تھیں۔ آخر اس جماعت نے متفق ہو کر بغاوت کا اعلان کر دیا۔ ناسخ التواریخ والا لکھتا ہے۔ کہ مصر سے دو ہزار آدمی مسلح اور کوفہ بصرہ سے بھی اسی قدر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گئے اور انہوں نے مدینہ شریف پر حملہ کر دیا۔ اسی جنگ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور یہودلوں کا پورا کینہ اس صورت میں ظاہر ہوا۔ پھر تمام فتنوں کا دروازہ کھل گیا۔

ابن سبا نے پھر یہ حکمت کی کہ فاتح خیبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر سارا الزام تھوپ دیا۔ مسلمان حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ٹوٹ پڑے اور اسلام کا شیرازہ بکھر گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عداوت بسبب فتح خیبر جو اس کے دل میں مرکوز تھی اس کا اس طرح بدلا لیا۔

چونکہ اہل اسلام کہا کرتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر توریت لینے تشریف لے گئے تو سب یہودی بگڑ گئے۔ بچھڑا کی پرستش شروع کر دی ابن سبا نے اس الزام کے رفع کرنے کے لیے یہ جواب تیار کیا اور اعلان کر دیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد معاذ اللہ سب صحابہ مرتد ہو گئے۔ صرف ابوذر و مقداد و سلمان رضی اللہ عنہم مسلمان رہے۔ چنانچہ ابن سبا کی یہ گپ اڑائی ہوئی شیعوں کی کتابوں میں آج تک موجود و مشہور ہے۔

ناسخ التواریخ میں بھی لکھا ہے۔ ابو جعفر فرماتے ہیں۔

کان الناس اہل ردۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ثلاثۃ۔

یعنی تین آدمیوں کے علاوہ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

بعد مرتد ہو گئے (العیاذ باللہ)

مسلمان کہا کرتے تھے کہ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ ہارون علیہ السلام پھر آئیں گے اور وہ غائب ہو گئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو قتل کر دیا۔ وہ پھر زندہ ہوں گے اور آئیں گے۔ ابن سبا نے اس کا جواب بھی ایک فرقہ میں پھیلا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر آئیں گے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اب شیعہ لوگ اپنے غائب امام کے منتظر ہیں۔

مسلمان کہا کرتے تھے کہ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے وصی ہارون علیہ السلام اور تورات کے اسرار و نواح کے اصل وصی ہارون کے بعد ان کے بیٹے شبر و شبیر ہیں۔ ابن سبا نے مسلمانوں میں اس کے جواب میں یہ عقیدہ پھیلا دیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل وصی حضرت علی ہیں، پھر ان کے دونوں صاحبزادے۔ صاحبزادوں کا نام بھی شبر و شبیر بتایا۔ آج تک یہ نام صاحبزادوں کے مشہور ہیں۔

اسی طرح اس نے مسلمانوں میں ایک ایسی روایت مشہور کی جس سے زیادہ ذلت آفریں کوئی واقعہ نہیں ہو سکتا اور نہ صرف یہی ایک روایت بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہل بیت کی سخت اہانت ہوتی ہے۔ نمونہ کے طور پر ایک واقعہ ناسخ التواریخ سے لکھتا ہوں۔

جب ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو رات کے وقت حضرت علی حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ایک گدھے پر سوار کرا کے امام حسن حسین کے ہاتھ پکڑ کر مہاجرین و انصار کے گھر گھر گھومنے لگے۔ ہر ایک گھر پر کھڑے ہو کر فرماتے کہ میری مدد کرو چنانچہ چوالیس ۴۴ شخصوں نے مدد کا وعدہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ صبح کو سر منڈوا کر مسلح ہو کر میرے پاس آؤ اور موت پر بیعت کرو۔ مگر ڈر کے سبب کوئی نہ آیا۔ دوسری رات بھی اسی طرح آپ گھر گھر گھومتے پھرے اور ان لوگوں کو قسمیں دے کر آمادہ کیا۔ مگر کوئی آمادہ نہ ہوا۔ آخر آپ مکان کا دروازہ بند کر کے قرآن جمع کرنے کے لیے

بیٹھ گئے۔ عمر (رضی اللہ عنہ) نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہا۔ کہ اگر علی (رضی اللہ عنہ) بیعت نہ کرے گا، تو خلافت کو استحکام نہ ہوگا۔ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو بلوا بھیجا اور بیعت کی درخواست کی، حضرت علی نے کہا۔ کیا اس قدر جلد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کیا گیا۔ خدا اور اس کے رسول نے مجھے خلیفہ مقرر کیا۔ ابوبکر اور اس کے حاشیہ نشین جانتے ہیں۔ دوسرے روز حضرت عمر نے کہا کہ علی اور اس کے ہم خیال جنہوں نے اب تک بیعت نہیں کی۔ ان کو جس طرح ہو بلوایا جائے۔ اس کام کے لیے قنفذ مقرر ہوا۔ چنانچہ ایک جماعت قنفذ کی سرکردگی میں حضرت علی کے گھر پہنچی، حضرت علی نے قنفذ کو اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ اس نے حضرت عمر کے آگے بیان کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ اجازت کی کیا ضرورت ہے زبردستی جانا چاہیے اور جس طرح ہو سکے ان کو پکڑ کر لے آؤ۔ مگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اپنے گھر کسی کو نہ آنے دوں گی یہ سن کر حضرت عمر کو غصہ آیا اور کہا کہ عورتوں کو ان معاملات میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر حضرت عمر چند آدمیوں کو ہمراہ لے کر آئے اور کہا اے علی باہر نکلو اور خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرو ورنہ اس دروازہ کو جلا دوں گا۔ حضرت فاطمہ اندر سے نکلیں اور کہا اے عمر تمہیں کیا تعلق ہے تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ بلا اجازت میرے گھر میں آتے ہو۔ آخر حضرت عمر نے لکڑیاں منگوا کر آگ لگا دی، پھر دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو گئے، حضرت فاطمہ چیختی ہوئی باہر نکلیں عمر رضی اللہ نے تلوار جو کاٹھی میں تھی ان کی کمر پر ماری، حضرت علی کو غصہ آیا۔ انہوں نے عمر کو پکڑ کر زمین پر مارا۔ عمر نے فریاد کر کے باہر کے لوگوں سے مدد چاہی، قنفذ نے حضرت ابوبکر کو خبر دی۔ ان کو اندیشہ ہوا کہ حضرت علی تلوار لے کر نہ نکل آویں قنفذ دوڑا۔ لوگوں کو لے کر گھر میں گھس گیا، حضرت علی کے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ گرفتار کر کے گلے میں رسی باندھی اور اسی طرح کھینچتا ہوا مسجد کی طرف لے جانے لگا۔ فاطمہ روکتی تھیں، قنفذ نے زور سے ایک کوڑا مارا، جس کا اثر وفات تک نمایاں رہا۔ پھر عمر (رضی اللہ عنہ) نے دروازہ کے پٹ کو زور سے دابا کہ فاطمہ کی

پسلی کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور حمل ساقط ہوگیا۔ جس کا نام حضور علیہ السلام نے محسن رکھا تھا (ناسخ التواریخ صفحہ ۵۸ جلد ۲۔ مطبوعہ ایران میں یہ روایت بڑی طویل مذکور ہے)

اس واقعہ کی صحت کے متعلق خود یہ واقعہ گواہ ہے۔ پسلی ٹوٹی ہوئی عورت جس کا حمل بھی ساقط ہے اس کا دوڑنا پھرنا۔ چلنا پھرنا کیا سمجھ میں آسکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا بہادر جس نے اکیلے اپنے ہاتھ سے درہ خیبر کو اکھاڑ کر پھینک دیا ہو اس سے قنفذ جیسا آدمی تلوار چھین لے۔ سمجھ میں نہیں آسکتا۔

اصل بات یہ ہے کہ یہی وہ روایت ہے۔ جس میں یہودیوں نے تمام غصوں اور کینوں کا اظہار کیا ہے ابن سبا نے اس کو پھیلایا۔ جو کچھ رسوائیاں یہودیوں کے ذمہ تھیں ان کا انتقام پورا ہوگیا۔

۱۔ فاتح خیبر کی ذلت و رسوائی قیامت تک اسی روایت کے ذریعہ سے مشہور ہوئی۔ (بزعم ابن سبا)

۲۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے بت پرستی کی تو ابوبکر جیسے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے سامنے مرتد ہوئے۔ (معاذ اللہ) لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

۳۔ یہودیوں کو جس نے خیبر سے جلاوطن کیا۔ اس کی توہین و تکفیر کے لیے اس میں کافی سامان موجود ہے۔

۴۔ یہودیوں نے نبیوں کو قتل کیا۔ اس روایت سے بتادیا کہ مسلمانوں نے نبی کی اولاد کو مارا۔ ان کی پسلی توڑی۔ اسی میں ان کا انتقال ہوا۔

الغرض خیبر سے بھاگنے والے یہودیوں کی سازش نہایت کامیاب ہوئی۔ ابن سبا نے ہمیشہ کے لیے اسلام کے سفید دامن کو ان ذلیل دھبوں سے سیاہ کردیا۔

فانا للہ وانا الیہ راجعون ط

معتبر شیعہ کی شہادت

مذہب شیعہ کی معتبر کتاب رجال کشی میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن سبا پہلے یہودی تھا اور حضرت یوشع بن نون وصی حضرت موسیٰ کی شان میں غلو رکھتا تھا۔ جب مسلمان ہوگیا تو حضرت امیر کے متعلق اس نے غلو کیا اور وہ پہلا شخص ہے۔ جس نے حضرت علی کی امامت کے عقیدہ کو ثابت کیا۔ اور اس کی اشاعت کی۔ اُنکے دشمنوں پر تبرا کیا۔ مخالفین نے عداوت قائم کی انہیں کافر کہا اسی وجہ سے شیعہ کے مخالفین کہتے ہیں کہ مذہب شیعہ کے اصول یہودیت سے ماخوذ ہیں۔

(رسالہ ابن سبا ص ۳۷)

معلوم ہوا کہ زمانہ یہودیت میں یوشع بن نون کے بارہ میں وہی اعتقاد رکھتا تھا جو اس نے حضرت علی کے شان میں ظاہر کیا۔ امامت علی کا مسئلہ اسی کا ایجاد کردہ ہے تبرہ و عداوت کی اس نے بنیاد رکھی۔ اسی واسطے فرقہ شیعہ کا نام سبائیہ بھی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

نہج البلاغۃ قسم اول ص ۲۶۰ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد منقول ہے۔ عنقریب میرے متعلق دو گروہ ہلاک ہوں گے۔ ایک محبت میں زیادتی کرنیوالا کہ اس کو دشمنی خلاف حق کی طرف لے جائے گی اور دوسرا دشمنی میں زیادتی کرنے والا کہ اس کو دشمنی خلاف حق کی طرف لے جائے گی اور سب سے بہتر حالت میرے متعلق ان لوگوں کی ہوگی جو درمیانی راہ اختیار کریں گے۔ لہذا تم سب لوگ اسی درمیانی راہ کو اپنے اوپر لازم سمجھو۔ کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے خبردار بڑی جماعت سے علیحدہ نہ ہونا کیونکہ جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوتا ہے وہ شیطان کا شکار بنتا ہے۔ جیسے وہ بکری جو گلے سے علیحدہ ہوتی ہے۔ بھیڑیئے کا لقمہ بنتی ہے۔ آگاہ ہوجاؤ۔ جو شخص سواد اعظم سے جدا ہونے کی تعلیم دے اس کو قتل کردو۔ اگرچہ

وہ میرے عمامہ کے نیچے ہو آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

سیھلک فی صنفان محب مفرط یذھب به الحب الی غیر الحق ومبغض مفرط یذھب به البغض الی غیر الحق وخیر الناس فی حالا النمط الاوسط فالزموہ والزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعة وایاکم والفرقة فان الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذئب الا من دعا الی ھذا الشعار فاقتلوہ ولو کان تحت عمامتی ھذہ (نہج البلاغة ص۲۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس میں دو نصیحتیں فرمائیں۔

اول یہ کہ جناب کے متعلق درمیانی راہ اختیار کرنی چاہیے۔ غلو محبت بھی موجب ہلاکت ہے اور بغض و نفرت بھی مہلک۔

دوسری یہ کہ سواد اعظم بڑی جماعت کی پیروی کرو۔ اس ارشاد کے مطابق بحمد اللہ اہل سنت ہی نمط اوسط ہیں۔ نہ ان میں مثل شیعہ کے غلو محبت ہے نہ مثل خوارج کی بغض و نفرت اور حضرت علی کے زمانہ میں سواد اعظم اور بڑی جماعت بھی یہی اہل سنت تھے، جن سے الگ ہونے والے کو آپ نے شیطان کا شکار فرمایا۔

شیعہ مذہب کی یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت

اللہ جل جلالہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو امت وسط فرمایا۔ یعنی عادل نہ اس میں افراط ہے نہ تفریط۔ چنانچہ فرمایا۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا الایة۔

یہود نے انبیاء و صالحین کو قتل کیا اور ایذائیں دیں اور ان کے ساتھ دشمنی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ نصاریٰ نے بجائے دشمنی کے محبت میں یہاں

تک افراط کی کہ عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت کے مرتبہ تک پہنچا دیا۔ لیکن اصل راہ مستقیم وہی ہے جو ہمارے علماء نے بیان کیا کہ افراط و تفریط سے پاک ہو۔ اسی طرح ہر کامل خصلت انہی دونوں کے درمیان ہوتی ہے۔ مثلاً مال کے خرچ کرنے میں اگر تفریط ہو یعنی خرچ نہ کرے تو بخل ہے۔ اگر افراط ہے تو اسراف ہے اور اس کا وسط سخاوت و عدل اسی طرح محبت میں اگر تفریط ہو تو دشمنی ہو گی۔ جیسے یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ عداوت رکھی۔ اگر افراط ہو جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت تک پہنچایا تو گمراہی عدل مستقیم یہ ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام رسول مکرم و محترم تھے۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق دو فرقے ہوئے۔ ایک فرقہ نے یہاں تک تفریط کی کہ آپ کے دشمن ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایمان کے بھی قائل نہ ہوئے۔ بلکہ ابن ملجم خارجی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے کو اپنا نجات کا ذریعہ سمجھا۔ ادھر گروہ شیعہ نے یہاں تک افراط کی کہ حضرت علی علیہ السلام کو جملہ انبیاء علیہم السلام سے افضل سمجھا۔ بلکہ بعض نے تو الوہیت کے درجہ تک پہنچایا اور بعض نے یہ بھی کہہ دیا کہ اصل رسالت انہی کے نام تھی۔ جبریل علیہ السلام سے غلطی ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ لیکن اہلسنت کثرہم اللہ نے نہ افراط کیا نہ تفریط۔ بلکہ راہ مستقیم پر رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور خلیفہ چہارم تھے۔ فرقہ خوارج تو بسبب بغض سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہود کے مشابہ ہوا اور فرقہ شیعہ بھی بسبب بغض سیدنا ابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم و دیگر صحابہ کرام یہود کے ساتھ مشابہ ہوا اور بوجہ افراط محبت با علی رضی اللہ عنہ نصاریٰ کے ساتھ مشابہ ہوا۔ انہوں نے یہود و نصاریٰ دونوں کی مشابہت کو اپنے اندر جمع کر لیا اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی صاف لفظوں میں پوری ہوئی جو آپ نے فرمایا تھا۔

لترکبن سنن من قبلکم الحدیث

فرقہ شیعہ کی یہود سے مشابہت

ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس فرقہ کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی تھا جس نے بظاہر مسلمان ہو کر اسلام میں فتنہ پیدا کیا اور اس مذہب کی بنیاد رکھی۔ اسی واسطے اس مذہب کو یہود کے ساتھ مشابہت تامہ حاصل ہوئی۔

علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ کے ص ١٧ میں امام شعبی رحمہ اللہ سے شیعہ مذہب کی یہود سے مشابہت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ (شیعہ) اسلام سے رغبت اور خواہش کے ساتھ داخل نہیں ہوئے مسلمانوں میں مل کر جس قدر ممکن ہوا، انہوں نے اہل اسلام کی عداوت میں کوتاہی نہیں کی۔ اس فرقہ کے وہ مسائل جو کہ یہودیوں سے مشابہ ہیں۔ یہ ہیں:

(١) یہود کہتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام کی اولاد کے سوا کوئی امامت اور ملک کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ بجز اولاد علی رضی اللہ عنہ کوئی امامت کے لائق نہیں۔

(٢) یہود کہتے ہیں کہ جب تک دجال نہ نکلے اور مسیح آسمان سے نہ اترے فی سبیل اللہ جہاد جائز نہیں۔ شیعہ کہتے ہیں کہ جب تک مہدی کا ظہور نہ ہو اور آسمان سے منادی نہ ہو کہ اس کی تابعداری کرو۔ تب تک جہاد جائز نہیں۔

(٣) یہودی نماز مغرب کو ستاروں کے چمکنے تک تاخیر کرتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ بھی مغرب میں ستاروں کے ظہور تک تاخیر کرتے ہیں، حالانکہ حضور علیہ السلام نے مغرب میں اس قدر تاخیر کرنا منع فرمایا ہے۔

(٤) یہودی نماز کے وقت قبلہ سے ذرا ٹیڑھے کھڑے ہوتے ہیں۔ صاف قبلہ کے محاذ میں نہیں کھڑے ہوتے۔ اسی طرح شیعہ بھی ٹیڑھے کھڑے ہوتے ہیں۔

(٥) یہودی نماز میں ادھر ادھر ہلتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ بھی کرتے ہیں۔

(٦) یہودی نماز میں سدل کرتے ہیں۔ یعنی کپڑا سر پر یا مونڈھوں پر اس طرح اوڑھتے ہیں کہ اس کی دونو طرفیں دائیں بائیں لٹکتی رہیں۔ اسی طرح شیعہ بھی کرتے ہیں۔

(٧) یہودیوں کے نزدیک عورتوں پر عدت نہیں۔ اسی طرح بعض شیعہ میں بھی نہیں۔

(٨) یہودیوں نے توریت کو محرف کیا۔ شیعوں نے قرآن شریف کو تحریف کیا۔ اور اس کے محرف ہونے کے قائل ہوئے۔

(٩) یہودی بجز طلاق کے جو حیض میں دی جائے۔ کوئی طلاق معتبر نہیں سمجھتے۔ اسی طرح شیعہ بھی نہیں سمجھتے۔

(١٠) یہودی مسلمانوں کو السّام علیکم کہتے ہیں۔ شیعہ بھی اہل سنت کو اسی طرح کہتے ہیں۔

(١١) یہودی جری اور مارماہی کو جو مچھلی کی قسم ہے حرام کہتے ہیں۔ شیعہ بھی اسی طرح حرام کہتے ہیں۔

(١٢) یہودی مسح موزہ کے قائل نہیں۔ شیعہ بھی نہیں۔

(١٣) یہود سب لوگوں کا مال حلال سمجھتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ سمجھتے ہیں۔

(١٤) یہود اپنے قرنوں (اطراف سر) پر سجدہ کرتے ہیں۔ شیعہ بھی اس طرح کرتے ہیں۔

(١٥) یہود سجدہ نہیں کرتے۔ جب تک رکوع کی مشابہت کے لیے کئی بار سر نیچے نہ کرلیں۔ شیعہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔

(١٦) یہود جبریل علیہ السلام کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ اسی طرح بعض شیعہ بھی کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کی۔ بجائے علی رضی اللہ عنہ کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لاتا رہا۔

(١٧) یہود کی عورتوں پر مہر نہیں۔ متعہ کرتے ہیں۔ شیعہ بھی کرتے ہیں۔

(١٨) یہودی اپنی کنیزوں سے عـزل جائز نہیں سمجھتے اسی طرح شیعہ بھی جائز نہیں سمجھتے۔

(١٩) یہودی خرگوش وطحال کو حرام جانتے ہیں۔ شیعہ بھی حرام جانتے ہیں۔

(٢٠) یہودی لحد نہیں نکالتے۔ اسی طرح شیعہ بھی نہیں نکالتے۔ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحد نکالا گیا۔

(٢١) یہود اونٹ بطخ حرام کہتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ بھی کہتے ہیں۔

(٢٢) جمع بین الصلوتین ہمیشہ کرنا اور تین وقت نماز پڑھنا شیعوں میں یہود کی مشابہت کے سبب ہے۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ جو کچھ امام شعبی نے فرمایا ہے۔ شیعوں میں ضرور پایا جاتا ہے۔ گو ان میں سے بعض فرقہ میں کوئی بات نہ ہو۔ امام شعبی رحمہ اللہ کے اس قول کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے غنیۃ الطالبین میں بھی ذکر فرمایا ہے۔

یہود و نصاریٰ کو رافضیوں پر ایک فضیلت

باوجود اس کے یہود نصاریٰ کو رافضی فرقہ پر ایک خصلت میں فضیلت حاصل ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہود سے جب پوچھا گیا کہ تمہارے دین میں سب سے بہتر گروہ کون تھا۔ یعنی سب سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے تابعدار اور سب سے بہتر کون لوگ تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ جو موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب اور ان کی زیارت کرنے والے تھے۔ وہ ہم سب سے بہتر تھے۔ گروہ نصاریٰ سے پوچھا گیا۔ کہ تمہاری ملت میں سب سے افضل گروہ کون تھا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یار سب سے افضل تھے۔ لیکن جب رافضی اور خارجی سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ علیہ السلام کے اصحاب مہاجرین و انصار کیسے تھے؟ تو رافضیوں اور خارجیوں نے کہا۔ کہ وہ معاذ اللہ سب سے بدتر تھے۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا۔

اس پر عجب یہ کہ یہ لوگ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حکم تو یہ تھا کہ ان کے لیے استغفار کرتے۔ جیسے حق سبحانہٗ نے ارشاد فرمایا۔

وَالَّذِينَ جَاؤُا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ الآية۔

لیکن انہوں نے بجائے استغفار کے بدگوئی کی اعاذنا اللہ منہا۔

شیعوں کی عجیب باتیں

علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ جلد اوّل کے صفحہ ۹ میں شیعوں کی دور از عقل باتوں کا بیان کیا ہے۔ فرمایا ہے کہ ان میں ایک توہم پرستی یہ ہے کہ وہ دس صحابی جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوشخبری دی۔ جن کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ اُن سے بغض کے سبب شیعہ لوگ دس عدد کو منحوس سمجھتے ہیں اور دس کا تکلم بھی اپنی زبان پر مکروہ جانتے ہیں اور کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو دس ہو۔ مثلاً گھر کا چھت دس ستونوں پر نہیں رکھتے۔ دس کڑیاں نہیں ڈالتے اسی طرح مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کو جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ برا جانتے ہیں اور اُن سے بغض رکھتے ہیں حالانکہ اللہ جل شانہٗ نے قرآن شریف میں ان کی نسبت اپنی رضامندی کی خبر دی ہے۔

صحیح مسلم میں آیا ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ کے غلام نے کہا کہ یارسول اللہ حاطب خدا کی قسم دوزخ میں جائے گا۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا كَذَبْتَ تو نے جھوٹ بولا۔ وہ جنگ بدر وحدیبیہ میں حاضر ہوا تھا یعنی بدر وحدیبیہ میں حاضر ہونے والے دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ (صحیح مسلم ص۳۰۲ جلد ۲)

اللہ تعالےٰ نے مدینہ شریف میں تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فرمایا تو کیا مفسدین کے نو گروہ کے سبب نو کا عدد چھوڑ دیا جائے گا۔ اللہ تعالےٰ نے دس

عدد کی کئی جگہ تعریف فرمائی، متعرج میں روزوں کے متعلق فرمایا۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۔

موسیٰ علیہ السلام کے وعدہ کے متعلق فرمایا۔

وَ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ اور فرمایا وَلَيَالٍ عَشْرٍ

احادیث میں رمضان کے آخری عشرہ کے فضائل آئے ہیں۔ حضور علیہ السلام اس میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔

لیلۃ القدر کے متعلق فرمایا کہ اس کو آخری عشرہ میں تلاش کرو۔

عشرہ ذی الحج میں عمل صالح کا ثواب بیان فرمایا اور بھی کئی نظائر ہیں مگر شیعہ کی عقل دیکھو کہ عشرہ کے لفظ کو مکروہ جانتے ہیں۔

اس پر تعجب یہ کہ عدد نو کو برا نہیں سمجھتے۔ حالانکہ عشرہ مبشرہ میں سے نو صحابہ کو ہی برا سمجھتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مستثنیٰ جانتے ہیں تو اس لحاظ سے ان کو عدد ۹ کو منحوس سمجھنا چاہیے تھا۔ مگر وہ دس کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

اس طرح جس شخص کا نام ابوبکر و عمر و عثمان (رضی اللہ عنہم) ہو۔ اس کے ساتھ کوئی معاملہ نہیں کرتے۔ بلکہ حتی الوسع یہ نام بدل دیتے ہیں۔ حالانکہ صحابہ میں سے بعض وہ لوگ تھے۔ جن کا نام کفار کے نام سے ملتا تھا۔ چنانچہ ایک صحابی کا نام ولید تھا جس کے لیے حضور علیہ السلام دعائے نجات فرمایا کرتے تھے اور اس کے باپ کا نام بھی ولید بن مغیرہ تھا۔ جو کافر تھا۔ بعض صحابہ کا نام عمرو تھا اور مشرکین میں بھی عمرو بن عبدود تھا۔ صحابہ میں سے خالد بن سعید سابقین اولین میں سے تھے۔ مشرکوں میں بھی خالد بن سفیان تھا۔ صحابہ میں سے ہشام بن حکیم تھا۔ ابوجہل کے باپ کا نام بھی ہشام تھا۔ صحابہ میں سے عقبہ بن عمرو بدری تھے۔ مشرکوں میں عقبہ بن ابی معیط تھا۔ صحابہ میں علی و عثمان تھے۔ مشرکوں میں علی بن امیہ بن خلف اور عثمان بن طلحہ تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام نے کسی اسم کو اس لیے مکروہ نہیں سمجھا کہ یہ نام کسی کافر کا ہے، خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کے وہ نام رکھے

جن کو شیعہ مکروہ سمجھتے ہیں۔

امام غائب کے انتظار میں جہاں اس کو غائب سمجھتے ہیں۔ وہاں کوئی سواری گھوڑا یا خچر ہمیشہ باندھے رکھتے ہیں کہ جب نکلے۔ اس پر سوار ہو۔ خود وہاں کھڑے ہو کر پکارتے ہیں۔ یا مولانا اخرج۔ مولانا نکلو۔ بعض تو ان کے انتظار میں نماز بھی نہیں پڑھتے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ نکل آویں اور یہ نماز میں مشغول ہو اور اس کی خدمت سے محروم رہے۔ بعض دور دراز ملک سے مشرق کی طرف منہ کر کے ان کو بلند آواز سے بلاتے ہیں اور ظاہر ہے۔ اگر وہ موجود بھی ہوں اور اللہ تعالےٰ نے ان کو نکلنے کا حکم فرمایا ہو تو نکلیں گے۔ یہ پکاریں یا نہ پکاریں۔ اگر ان کو اذن نہیں تو وہ اس کے پکارنے کو قبول نہیں فرمائیں گے۔ پھر یہ فعل ان کا عبث ہوا۔ اسی طرح اگر وہ نکلے تو اللہ تعالےٰ ان کو امداد کرے گا۔ اس کی ضرورت نہیں کہ ان کے لیے ہمیشہ آدمی منتظر کھڑے رہیں اور سواری باندھے رکھیں۔

ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بغض و عناد کے سبب سرخ دنبیوں کا حمیرا نام رکھ کر ان کے بال نوچتے ہیں اور تکلیف پہنچاتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ہم ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف پہنچا رہے ہیں۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ بعض شیعہ ابو لولو مجوسی کی تعظیم کرتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ یہ مجوسی بالاتفاق کافر تھا۔ مگر یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عداوت کے سبب اس کافر کی عزت و تعظیم کرتے ہیں۔

جانوروں کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام رکھ کر ایذا پہنچانا اور یہ خیال کرنا کہ یہ ایذا صحابہ کرام کو پہنچے گی۔ شیعہ کے اعتقادات پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ حالانکہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا السلام والتحیہ نے تو اجماعی کافروں کو مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔ ان کا پیٹ پھاڑنا۔ ناک کاٹنا۔ بعد از قتل ممنوع کیا البتہ مقابلتاً جائز ہے صحیح مسلم میں

روایت ہے کہ حضور علیہ السلام جب کسی لشکار یا سریہ پر کوئی سردار بھیجتے تو خصوصاً تقویٰ کی وصیت فرماتے اور جو مسلمان ہوں اُن کے ساتھ نیکی کرنے کی ہدایت فرماتے اور فرماتے کہ اللہ کے راہ غزا کرو، کافروں سے لڑو، لیکن نہ غلو کرو نہ غدر نہ مثلہ کرو، نہ بچوں کو قتل کرو۔ اب غور کرو کہ کفار کو مرنے کے بعد مثلہ کرنا اعدا کی توہین اور بے حرمتی ضرور ہے، لیکن حضور علیہ السلام نے منع فرمادیا کہ یہ بلا اجازت ایذا رسانی ہے۔ کیونکہ مقصود صرف کافر کے شر کا روکنا تھا اور وہ اس کے قتل سے حاصل ہو گیا۔ پس شیعہ لوگوں کا ایسا فعل جانوروں کے ساتھ کرنا جو کہ اصل کافر کے ساتھ بھی جائز نہ تھا، پھر اس کو سمجھنا کہ ہمارا یہ فعل صحابہ کرام تک پہنچے گا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

اسی طرح عرصہ دراز کے بعد جو کہ واقعہ قتل کو گذر چکا ہے، ماتم کرنا اور ماتم بھی وہ ماتم جو ان کی شہادت کے بعد اسی دن یا دوسرے تیسرے دن بھی کیا جاتا تو شرعاً حرام تھا، یعنی رخساروں کا پیٹنا گریبانوں کا پھاڑنا اور جاہلیت کے آوازے کرنا۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّة۔

یہ لوگ تو سارا سال عیش و عشرت میں گذار دیتے ہیں اور ایام محرم میں صفِ ماتم بچھا دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ کئی انبیاء علیہم السلام اور کئی غیر انبیاء۔ جو یقیناً امام حسین علیہ السلام سے افضل تھے، ظلماً شہید کیے گئے، مگر ان کا کوئی ماتم نہیں کیا جاتا۔

خود امام حسین علیہ السلام کے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ جو یقیناً حسین علیہ السلام سے افضل تھے، شہید کیے گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور آپ کا قتل پہلا فتنہ تھا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد واقع ہوا اور اس قتل پر ایسے ایسے شر و فساد مترتب ہوئے جو امام

حسین علیہ السلام کی شہادت پر نہیں ہوئے، پھر بھی کسی مسلمان نے ان کا ماتم نہیں کیا، تو ان لوگوں کو صرف حسین علیہ السلام کا ماتم کرنا وہ بھی ایسے طریق سے، جو کہ شرعاً ممنوع ہے، ان کے تمدن اور تہذیب کو آشکارا کر رہا ہے۔ اللہ جل شانہٗ ہدایت کرے۔

شیعوں کے متعلق ائمہ شیعہ کا ارشاد

حضرت علی رضی اللہ عنہ

نہج البلاغۃ جو کہ حضرت علی کی طرف منسوب ہے اور شیعہ میں بڑی معتبر کتاب ہے، اس میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شیعوں کو مخاطب کر کے فرمایا، خدا تمہارا برا کرے، تمہیں غم نصیب ہو، جب تم گرمی و سردی سے بھاگتے ہو تو تلوار سے اور بھی بھاگو گے۔ اے مرد صورت زنانو، لڑکوں اور عورتوں کی مانند عقل رکھنے والو، کاش نہ میں تمہیں جانتا، خدا تمہیں غارت کرے، تم نے میرے دل کو پیپ سے میرے سینہ کو غم و غصہ سے بھر دیا اور مجھے تم نے خوب غم کے گھونٹ پلائے اور تم نے میری اطاعت و نصرت کو چھوڑ کر میری رائے و تدبیر کو خراب کر دیا۔

آپ نے اپنے بڑے لڑکے امام حسن کو وصیت کی کہ اے فرزند جب میں دنیا سے مفارقت کر دوں اور میرے اصحاب (شیعہ) تم سے موافقت نہ کریں تو لازم ہے کہ تم خانہ نشین رہنا۔ (جلاء العیون)

امام حسن رضی اللہ عنہ

آپ نے شیعوں کے متعلق فرمایا۔

"بخدا سوگند معاویہ از برائے من بہتر است ازیں جماعت کہ آنہا دعوی کنند کہ شیعہ من اند وارادہ قتل من کردند ومرا غارت کردند" (جلاء العیون)

یعنی خدا کی قسم معاویہ میرے لیے بہتر ہے۔ اس جماعت سے جو دعوی کرتے ہیں کہ میرے شیعہ ہیں حالانکہ انہیں شیعوں نے میرے قتل کا ارادہ کیا اور مجھ کو غارت کیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ

خلاصۃ المصائب جو کہ شیعوں کی معتبر کتاب ہے۔ اس کے صفحہ ۴۹ میں لکھا ہے کہ:۔

امام حسین علیہ السلام نے صاف لفظوں میں فرمایا۔

قد خذلنا شیعتنا۔

کہ ہم کو ہمارے شیعوں نے خوار کیا۔

جلاء العیون میں ہے۔

شیعیان ما دست از یاری ما برداشتند۔

کہ میرے شیعوں نے میری مدد کرنے سے ہاتھ اٹھالیا۔

اپنے شیعوں کو مخاطب کرکے فرمایا۔

اے جماعت (شیعہ) شمارا ہلاکت وضجرت باد چہ زشت مردم کہ شما بودہ اید۔

یعنے اے لوگو! تم ہلاک وبرباد ہوجاؤ۔ تم کیسے میرے لوگ ہو۔

(ناسخ التواریخ ص ۱۹۴)

اے گمراہان امت۔ ترک کنندگان کتاب متفرقان احزاب پیروان شیطان ترک کنندگان سنت ہائے پیغمبران۔ کشندگان وہلاک کنندگان اولاد وعزت اوصیائے پیغمبران۔ الحاق کنندگان۔ اولاد زنا بغیر پدران ایذا رسانندہ مومناں یاوری کنندہ ظالماں۔

تم پر وائے ہو۔ نفرین ہو۔ لعنت خدا ہو (جلاء العیون)

خلفاء پر تبرا کہنے والو شیعو! قیامت تک صحابہ کو جتنی گالیاں دوگے اس سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر تم خود اپنے امام حسین علیہ السلام سے سن لو۔ اور بتاؤ کہ اتنے اوصاف رکھتے ہوئے بھی تمہارے گمراہ ہونے میں کچھ شبہ ہو سکتا ہے۔

امام زین العابدین

آپ نے شیعوں میں خطاب کیا۔

تم پر لعنت ہو۔ اے مکارو۔ اے غدارو۔ اب پھر دوبارہ میں تمہارے فریب میں نہ آؤں گا۔ تم چاہتے ہو کہ مجھ سے بھی وہی سلوک کرو۔ جو میرے بزرگوں سے کرا چکے ہو۔ خدا کی قسم میں تمہارے قول وقرار پر ہرگز اعتبار نہ کرونگا۔ (جلاء العیون)

امام باقر

آپ نے ایک دفعہ ابوبصیر سے فرمایا۔

واللہ لو انی اجد منکم ثلاثۃ مومنین یکتمون حدیثی ما استحللت ان اکتمہم حدیثا۔

خدا کی قسم میری حدیث چھپانے والا تم میں سے تین مومن بھی پاتا تو میں اپنی حدیث تم سے نہ چھپاتا۔ (اصول کافی ص ۴۹۶)

اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کے وقت تین مومن شیعہ بھی آپ کے حدیث چھپانے والے نہ ملتے تھے۔

امام جعفر

آپ نے فرمایا۔ اگر میرے شیعہ پورے سترہ ہوتے تو میں جہاد کرتا۔

(اصول کافی ص ۴۹۶)

معلوم ہوا کہ امام جعفر صادق کو سترہ مومن شیعہ بھی نہیں ملتے تھے ۔

امام کاظم

آپ فرماتے ہیں ۔

ان اللّٰہ غضب علی الشیعۃ فخیّرنی نفسی اوھم فوقیتھم واللّٰہ بنفسی ۔ (اصول کافی ص۱۵۹)

یعنے اللہ شیعوں پر غضب ناک ہوا ۔ پس مجھ کو اختیار دیا کہ اپنی جان دوں ۔ یا شیعے ہلاک ہوجائیں ۔ واللہ میں اپنی جان دے کر شیعوں کو بچاتا ہوں ۔

معلوم ہوا کہ شیعہ ایسے ناپاک تھے کہ گو دنیا میں کافر ، مشرک ۔ مجوسی ، یہودی سب تھے ۔ مگر اللہ تعالےٰ کا غضب شیعوں پر آیا اور اتنا بڑا غضب تھا ۔ کہ ایسے امام نے اپنی عزیز جان دی ۔ تب جاکر شیعہ بچے ۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح نصاریٰ مسیح کے کفارہ پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام نے عیسائیوں کے کفارہ میں جان دی ۔ اسی طرح شیعہ بھی اپنے گناہوں کے عوض امام وقت جیسے بہترین مخلوق کو کفارہ سمجھتے ہیں ۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

مسائل شیعہ

مسئلہ نمبر۱

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ میں اس فرقہ کا اعتقاد لکھا ہے کہ بجز چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے باقی تمام صحابہ کو کافر کہتے ہیں، بالخصوص سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کو اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کافر کہتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

میں کہتا ہوں کہ اندھیر اور سمجھ کا پھیر ہے کہ جن لوگوں نے اسلام کے لیے جان و مال قربان کیے، جن کی کوششوں سے دنیا میں اسلام پھیلا، جن کے ذریعہ سے اسلام کی دولت ہم تک پہنچی اور جو لوگ سفر و حضر میں حضور علیہ السلام کے ساتھ رہا کرتے تھے، آج ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مسلمان نہ تھے۔ (العوذ باللہ من ہذہ الھفوات)

اگر یہ لوگ مسلمان نہ تھے تو بتاؤ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں آکر کیا کام کیا؟ یہ تو ہر ایک منصف مانتا ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر کسی استاد کے شاگرد جید عالم ہوں تو سمجھا جاتا ہے کہ ان کا استاد بڑا لائق ہے۔ اگر مرید پارسا ہوں تو سمجھا جائے گا کہ ان کا شیخ بڑا متقی ہے۔ تو اگر سرور عالم کے مریدوں کی یہ حالت تھی جو کہ شیعہ لوگ بیان کرتے ہیں، پھر مرید بھی وہ جو سفر و حضر میں اپنے پیر کے ساتھ رہتے تھے تو اس سے لازم آتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی تعلیم میں (معاذ اللہ) کوئی اثر نہ تھا۔ وہ لوگ جو ہمیشہ آپ کی صحبت میں رہے وہ بھی دل سے مسلمان نہ ہو سکے، حضرت علی، حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم تو بقول شیعہ پیدائشی مسلمان تھے۔ حضور کے اثرِ صحبت سے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ تو حضور نے آکر کن لوگوں کو مسلمان کیا؟ کیا صرف ابوذر، سلمان، عمار بن یاسر اور مقداد رضی اللہ عنہم کو ہی مسلمان بنایا؟ اور یہ مسلمان بھی بقول کلینی ایسے کہ اگر ابوذر و سلمان کے دل کا معلوم ہوتا تو انہیں قتل کر دیتے۔ (اصول کافی صـ ۲۵۴)

پھر آیت یدخلون فی دین اللہ افواجا میں جن لوگوں کے اسلام لانے کا ذکر ہو رہا ہے وہ کہاں گئے اور وہ کون لوگ تھے؟

اگر خلفائے ثلثہ دل سے مسلمان نہ تھے تو اپنی اپنی خلافت کے زمانہ میں انہوں نے اپنے دین (کفر) کا کیوں اظہار نہ کیا؟ کیوں لوگوں کو مسلمان بناتے رہے؟ اپنی خلافت کے زمانہ میں ان کو کس کا ڈر تھا؟ کہ اپنا کفر ظاہر نہ کر سکے۔ کیا وہ حضرت علی سے ڈرتے تھے؟ اگر ان کا ڈر تھا تو وہ خلافت پر کیسے قابض ہو گئے؟ اس وقت کیوں نہ ڈرے؟

حضرت علی، ابوذر، مقداد، عمار اور حسنین ان کے پیچھے کیوں نمازیں پڑھتے رہے؟ کیا کافر یا منافق کے پیچھے نماز جائز ہے؟ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ دنیوی کے آخری دور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز میں امام کیوں بنایا؟ حالانکہ مومن اور منافق قرآن کی نص قطعی کے مطابق متمیز ہو چکے تھے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے۔

ما كان الله ليذر المومنين على ما انتم عليه حتى يميز الخبيث من الطيب۔

اور منافق کو بالاجماع امام بنانا جائز نہیں۔

معلوم ہوا کہ شیعوں کا یہ اعتقاد نہایت بُرا ہے۔ صحیح وہی ہے جو اہلسنت کا اعتقاد ہے کہ خلفائے ثلثہ اور دیگر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سب حضور علیہ السلام کے فداکار اور جانثار تھے وہ کامل الایمان تھے۔ جو ان کو بُرا کہتا ہے درحقیقت وہ خود برا ہے۔

مسئلہ نمبر۲

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

"شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرنے کا ثواب اللہ کے

ذکر کے ثواب سے بہت بڑا ہے،

حالانکہ ابلیس مردود جو کہ گمراہی کی بنیاد ہے، اس پر لعنت کرنا بھی ثواب کا کام نہیں۔ چہ جائیکہ اس کو افضل طاعت کہا جائے۔ قرآن پاک میں تصریح موجود ہے۔

ولذکر اللہ اکبر

اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔

مگر یہ شیعہ لعن طعن کرنے کو ذکر اللہ سے بھی افضل سمجھتے ہیں ؎

دشنام بمذہبے کہ طاعت باشد

مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

جس مذہب میں گالیاں بکنا عبادت ہو، کیا وہ خدائی مذہب ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وہ شان ہے کہ رسول پاک نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا، تو وہ عمر ہوتے، ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے صرف اتنا کہا "انصاف کیجئے"، تو حضرت عمر اس کو قتل کرنے پر تیار ہو گئے۔ ایک منافق نے حضور کی عدالت کے فیصلہ کے بعد حضرت عمر کی عدالت سے رجوع کیا تو آپ نے اسے قتل کر دیا اور فرمایا "جس کو حضور کا فیصلہ منظور نہیں اس کے حق میں عمر کا یہی فیصلہ ہے"۔

اگر حضرت عمر ایسے ہوتے جیسا کہ شیعوں کا خیال ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی دختر نیک اختر کو ان کے نکاح میں کیوں دیتے؟

معلوم ہوا کہ شیعوں کا یہ عقیدہ بھی بہت برا ہے۔ صحیح یہی ہے جو اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی تھے، حضور کے سسر تھے، ضیغم اسلام تھے، اسلام کی شمشیر بے نیام تھے، عمر وہ تھے جن کو حضور نے خدا سے مانگ کر لیا تھا۔ وہ زندگی بھر حضور کی خدمت و مصاحبت میں رہے اور موت کے بعد بھی اپنے محبوب کے قدموں میں ہیں۔

مسئلہ نمبر ۳

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ وہ اکابر مہاجرین و انصار، خلفائے ثلاثہ، عشرہ مبشرہ اور حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہم پر نماز پنجگانہ کے بعد لعنت کرنا واجب مانتے ہیں۔

ان کا یہ فعل تمام سابقہ شریعتوں کے برخلاف ہے اس لیے کہ انبیاء میں ہر ایک کے دشمن موجود تھے۔ اللہ نے فرمایا۔

وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس۔

مثال کے طور پر فرعون کہ سالہا سال تک بنی اسرائیل کو ایذائیں دیتا رہا اور مثلاً نمرود کہ خلیل اللہ کو جلانے تک سے گریز نہ کیا۔ لیکن کسی شریعت میں کسی نبی نے اپنی امت پر فرض نہیں کیا کہ ہمارے مخالفوں پر نماز کے بعد لعنت بھیجا کرو۔ بلکہ مستحب بھی نہیں فرمایا اور نہ ہی اس پر کسی ثواب کا وعدہ فرمایا تو کیا رحمت للعالمین جو کہ اپنے قاتلوں کو معاف کر دیتے تھے، وہ پسند کر سکتے ہیں کہ عبادت الٰہی جیسے مقدس فریضہ کے بعد گالی گلوچ یا بکواس کیا جائے۔

اس لیے شیعوں کا یہ عقیدہ بھی غلط ہے۔ صحیح وہی ہے جو اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ اہل سنت کا نماز کے بعد وہی عمل ہے جس کی تعلیم قرآن پاک نے دی ہے کہ

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک غفور رحیم۔

مسئلہ نمبر ۴

مسائل شیعہ میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ۱۸ ذی الحج کو انہوں نے ایک عید بنا رکھی ہے، جس کا نام "عید غدیر" ہے، شاہ عبد العزیز تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ شیعہ اس عید کو عیدین پر ترجیح دیتے ہیں اور اس کو "عید اکبر"

کہتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ حدیث غدیر خم، جس میں حضرت علی کی خلافت کا ذکر ہوا، ہرگز ہرگز صحیح نہیں۔ جو اس کو صحیح سمجھتا ہے وہ اس کی سند بیان کرے۔ پھر ہر ایک راوی کی ثقاہت ثابت کرے اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ بھی صحیح نہیں۔ پھر مولی بمعنی حاکم بھی یہاں درست نہیں۔ مولی بمعنی محب صحیح ہے۔ اسی حدیث میں جملہ اللھم وال من والاہ قرینہ ہے کہ یہاں مولی بمعنی محب ہے پھر اس روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے کا ذکر تک نہیں تو عید کیسی؟

سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص ہوتی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے موقع پر کوئی نہ کوئی صحابی اسے پیش کرتے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ تو حضرت علی کے دشمن تھے تو کم از کم حضرت علی ہی اس حدیث کو پیش کر دیتے۔ حالانکہ نہ تو کسی صحابی نے اس حدیث کو پیش کیا اور نہ ہی حضرت علی نے۔

معلوم ہوا کہ شیعوں کا یہ مسئلہ بھی غلط ہے اور ان کی یہ عید ایک بناوٹی عید ہے۔

مسئلہ نمبر ۵

مسائل شیعہ میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ شیعوں نے بابا شجاع الدین کی ایک عید بنا رکھی ہے۔ ان کے نزدیک بابا شجاع، ابو لؤلو کا لقب تھا۔ ابو لؤلو حضرت عمر کا قاتل تھا۔ جو کہ مجوسی تھا۔ دراصل یہ مجوسیوں کی عید ہے کہ وہ حضرت عمر کے قتل کی خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور اس روز کو روز مفاخرت و تسلیہ کا نام دیا۔ کیونکہ مجوسیوں کے دین پر جو گذری تھی، ان کی نسلیں یاد رکھیں گی مجوسیوں کا مغلوب ہونا اور اسلام کا غالب آنا حضرت عمر کے ہاتھوں ہوا تھا یہی وجہ ہے۔

کہ مجوسی حضرت عمر کی شہادت کے دن کو اپنے لیے عید کا دن تصور کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ شیعوں اور مجوسیوں کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے اور شیعوں نے مجوسیوں کا اتباع کیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶

ایک مسئلہ شیعوں کا ہے کہ وہ نوروز کی تعظیم کرتے ہیں اور تہوار کے طور پر مناتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی مجوسیوں کی عید ہے۔ اس دن کی تعظیم بھی رسوم جاہلیت میں شامل ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۴۷)

مسئلہ نمبر ۷

شیعوں کی اعلیٰ ترین تعلیم گالی دینا، جھوٹ بولنا اور جھوٹی تہمتیں لگانا ہے، پھر اس پر ترقی حسنات کا وعدہ ہے۔

ملاحظہ فرمائیے اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۵۵۴

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اذا رأیتم اهل الریب والبدع من بعدی فاظهروا البراءة منهم واکثروا من سبهم والقول فیهم والوقیعة وباهتوهم کیلا یطمعوا فی الفساد فی الاسلام ویحذرهم الناس ولا یتعلمون من بدعهم یکتب الله لکم بذالک الحسنات ویرفع لکم به الدرجات فی الآخرة۔

میرے بعد جب تم شک اور بدعت والوں کو دیکھو تو ان سے بیزاری ظاہر کرو۔ ان کو خوب گالیاں دو، برا کہو، بے آبروئی کرو اور ان پر بہتان باندھو تاکہ وہ اسلام میں فساد کا طمع نہ کریں، لوگ ان سے بچیں اور ان کی بدعت

کو نہ سکھیں۔ اللہ تعالٰی تمہارے ان افعال (گالی گلوچ وغیرہ) کے عوض نیکیاں لکھے
گا اور آخرت میں تمہارے درجات بلند کرے گا۔

مسلمانو! دیکھا آپ نے! یہ ہے شیعوں کی تعلیم۔ قرآن پاک تو جھوٹ بولنے
گالی دینے اور تہمت لگانے سے منع فرمایا۔ مگر یہ لوگ ہیں جو حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام کے ذمہ لگاتے ہیں کہ وہ اپنے معتقدین کو تعلیم دیتے تھے کہ تم اپنے
مخالفین کو گالیاں دیا کرو، افترا پردازیاں کیا کرو اور بہتان لگایا کرو۔ پھر یہ ناپاک تعلیم
حضرت امام جعفر صادق کے حوالے سے حضور علیہ السلام سے منسوب کی گئی
ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

شیعوں کے نزدیک گالی بکنا اور بہتان طرازی عبادت شمار ہوتی ہے کہ اس
سے ترقی درجات کا وعدہ ہے۔ تو صحابہ کرام سے زیادہ کون ہے جو ان کے بہتان
کا نشانہ بن سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں نے صحابہ کرام سے بدظنی پیدا کرنے
کے لیے طرح طرح کی بہتان طرازیاں تیار کر رکھی ہیں۔

مسئلہ نمبر ۸

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے جو اصول کافی میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادق
علیہ السلام فرماتے ہیں۔

یا سلیمان انکم علی دین من کتمه اعزه الله ومن اذاعهٗ
اذله الله۔

اے سلیمان تم ایسے دین پر ہو جو اس کو چھپائے گا، اللہ تعالٰی اسے عزت
دے گا اور جو اس کو شائع کرے گا، اللہ اس کو ذلیل کرے گا۔

معلوم ہوا کہ شیعہ مذہب کی اشاعت جائز نہیں۔ جو کرے گا خدا اسے ذلیل
کرے گا۔ اب شیعوں کو لازم ہے کہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اپنے مذہب
کی اشاعت بند کر دیں۔ اخبارات و رسائل نکالنا بند کر دیں۔ مجالس عزا بند کر دیں کہ

اس میں شیعہ مذہب کی اشاعت ہے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد
ہے کہ جو اس کی اشاعت کرے گا، اللہ اس کو ذلیل کرے گا۔

مسئلہ نمبر ۹

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے جو اصول کافی میں ابوالحسن علیہ السلام سے
منقول ہے۔

قال ان الله غضب علی الشیعة فخیرنی نفسی اوهم فوقیتهم
والله بنفسی۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی شیعوں پر غضب ناک ہوا تو اس نے مجھے اختیار
دیا میرے نفس کا یا ان کا (یعنی شیعوں کو بچا لو یا اپنے آپ کو)، تو خدا کی قسم میں نے
اپنی جان کے عوض شیعوں کو بچا لیا۔

دیکھیے یہ وہی مسئلہ ہے جو عیسائیوں میں کفارہ کا ہے۔ یہ امر بھی قابل توجہ
ہے کہ اللہ شیعوں پر اتنا غضب ناک ہوا، حالانکہ ان کے نزدیک دین صرف
محبت کا نام ہے نماز، روزہ کی بھی ضرورت نہیں۔ چنانچہ فروع کافی کتاب الروضہ
میں لکھا ہے۔

کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور
عرض کیا یا رسول اللہ! میں نمازیوں کو دوست رکھتا ہوں اور خود نماز
نہیں پڑھتا، روزہ داروں کو بھی دوست رکھتا ہوں اور خود روزہ
نہیں رکھتا تو آپ نے فرمایا۔

انت مع من احببت ولك ما اکتسبت۔

تو اسی کے ساتھ ہوگا جس کی تو محبت رکھتا ہے اور تیرے لیے ہے جو تو نے
برا کام کیا۔

یعنی تیرا نماز نہ پڑھنا اور روزہ نہ رکھنا تیرے لیے مفید ہے یہی وجہ ہے کہ

شیعوں کی اکثریت تارکِ نماز ہوتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ شیعانِ علی کیسے ہی بے عمل کیوں نہ ہوں۔ ان پر کوئی عتاب نہیں چنانچہ اصول کافی میں عبداللہ بن یعفور سے روایت ہے:۔

قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام انی اخالط الناس فیکثر عجبی من اقوام لا یتولونکم ویتولون فلانا وفلانا لھم امانة وصدق ووفاء واقوام یتولونکم لیس لھم تلک الامانة ولا الوفاء ولا الصدق الخ۔

میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں لوگوں سے ملتا جلتا ہوں تو میرے تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی، جب میں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو فلاں فلاں سے محبت رکھتے ہیں لیکن آپ سے محبت نہیں رکھتے۔ ان میں امانت، صدق اور وفا ہے اور وہ لوگ جو آپ سے محبت رکھتے ہیں ان میں نہ تو وہ امانت ہے، نہ صدق اور نہ ہی وفا۔

تو امام جعفر صادق علیہ السلام بیٹھ گئے، میری طرف غصہ کی حالت میں متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

اس شخص کا کوئی دین نہیں جو ظالم امام کی ولایت میں اللہ کا تابعدار ہوا اور اس پر کوئی عتاب نہیں جو عادل امام کی اطاعت سے اللہ کا مطیع ہوا۔

میں نے عرض کیا کہ ان لوگوں کا کوئی دین نہیں اور ان لوگوں پر کوئی عتاب نہیں؟

آپ نے فرمایا ہاں! ان کا کوئی دین نہیں اور ان پر کوئی عتاب نہیں۔

یعنی جن لوگوں میں امانت، صدق اور وفا ہے وہ بے دین ہیں اور جن میں

امانت، صدق اور وفا نہیں ان پر کوئی عتاب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۱

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ کسی کو شیعہ مذہب کی طرف بلانا جائز نہیں چنانچہ اصول کافی ص۴۸۰ میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

کفوا عن الناس ولا تدعوا احدا الی امرکم۔

لوگوں سے ہٹ جاؤ اور کسی کو اپنے مذہب کی طرف نہ بلاؤ۔

معلوم ہوا کہ شیعوں کا اخبارات نکالنا، رسائل طبع کرنا، مجالس کرنا اور مذہب کی تبلیغ کرنا امام جعفر صادق کے اس قول کے خلاف ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول شیعوں کی نزدیک خدا کا قول ہے، چنانچہ اصول کافی ص۳۲ میں امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔

میری حدیث میرے باپ کی حدیث ہے، میرے باپ کی حدیث میرے دادا کی ہے، میرے دادا کی حدیث حضرت امام حسین کی حدیث ہے، امام حسین کی حدیث امام حسن کی حدیث ہے، امام حسن کی حدیث حضرت علی کی حدیث ہے، حضرت علی کی حدیث رسول کریم کی حدیث ہے اور رسول کریم کی حدیث خدا کا فرمان ہے۔

اس سلسلہ سے معلوم ہوا کہ آج کل کے شیعہ مجالس منعقد کر کے حضرت امام جعفر صادق کے ارشاد کے خلاف چل رہے ہیں اور امام جعفر صادق کا خلاف تمام ائمہ بلکہ رسول کریم اور پھر خدا کا بھی خلاف ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲

ایک مسئلہ شیعوں کا یوں ہے کہ دین حق کا چھپانا ثواب ہے۔ چنانچہ اصول کافی میں حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ، سلیمان بن خالد کو فرماتے ہیں۔

انتم علی دین من کتمه الله اعزه الله ومن اذاعه اذله الله

تم ایسے دین پر ہو کہ جو اس کو چھپائے گا، اللہ اسے عزت دے گا اور جو اُسے شائع کرے گا، اللہ اس کو ذلیل کرے گا۔

اس زمانہ میں شیعہ اس حکم کا بھی خلاف کرتے ہیں، وہ مذہب جس کے چھپانے کا حکم تھا شیعے اسے اعلانیہ اخباروں اور وعظوں کے ذریعے شائع کر رہے ہیں۔ ان کے لیے بہتر یہی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول پر عمل کریں اور اس مذہب کا کسی دوسرے کے سامنے نام نہ لیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے۔

جس شخص تک ہماری بات پہنچے اور وہ شائع کردے وہ دنیا میں ذلیل ہوگا اور آخرت کا نور اس سے کھو دیا جائے گا۔ (اصول کافی ص۴۵۸)

قرآن میں تو اللہ کا ارشاد ہے لیظهره علی الدین کله لیکن شیعوں کا دین کیسا ہے جس کی اشاعت پر اس قدر وعید ہے! شیعو! حضرت امام کا ارشاد سنو! اور اس پر عمل کرو! اگر تم شیعہ ہو تو بنے رہو لیکن کسی اہل سنت کے سامنے ہرگز اپنے مذہب کو پیش نہ کرو ورنہ بقول حضرت امام جعفر صادق دنیا میں بھی ذلیل ہوگے اور آخرت میں بھی نور نہ ملے گا۔

مسئلہ نمبر ۱۳

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ ان کے امام ایک ہی مسئلہ کے جواب میں کسی کو کچھ اور کسی کو کچھ اور بتاتے تھے، چنانچہ اصول کافی ص۳۷ میں زرارہ سے روایت ہے وہ ابوجعفر سے روایت کرتا ہے۔

قال سألته عن مسألة فاجابنی ثم جاءه رجل فسأله عنها فاجابه بخلاف ما اجابنی ثم جاء آخر فاجابه بخلاف ما اجابنی واجاب صاحبی فلما خرج الرجلان قلت یا بن

رسول الله رجلان من اهل العراق من شیعتکم قدما یسألان فاجبت کل واحد منهما غیر ما اجبت به صاحبه فقال یا زرارة ان هذا خیر لنا وابقی لنا ولکم۔

میں نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھا تو آپ نے مجھے جواب دیا۔ پھر ایک آدمی آیا۔ اُس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا تو آپ نے اس کو میرے جواب کے برخلاف جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی آیا اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا اس کو کچھ اور ہی جواب دیا۔ جو ہم دونوں کے خلاف تھا۔ جب وہ دونوں سائل چلے گئے تو میں نے عرض کی۔ اے فرزند رسول! اہل عراق کے دو شیعے آپ کی خدمت میں مسئلہ پوچھنے آئے، آپ نے ہر ایک کو الگ الگ جواب دیا۔ یہ کیا بات ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا اے زرارہ! یہی ہمارے لیے بہتر ہے اور یہی ہماری اور تمہاری بقا کا موجب ہے۔

شیعو! صحابہ پر بہتان طرازیاں کرتے کرتے اب اپنے اماموں پر بھی الزام تراشیاں کرنے لگے ہو! ہم ہرگز نہیں مان سکتے کہ ائمہ اہل بیت ایسا کرتے تھے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اہل بیت کا بچہ بچہ صادق الوعد اور راسخ القول تھا۔

مسئلہ نمبر ۱۴

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ ان کے امام لوگوں کو حرام گوشت کھلاتے تھے اور حرام کو بسبب تقیہ حلال کہہ دیتے تھے، چنانچہ فروع کافی جلد ۲ ص۸ مطبوعہ نولکشور میں ہے، ابان بن تغلب سے روایت ہے۔

قال سمعت اباعبدالله علیه السلام یقول کان ابی علیه السلام یفتی فی زمن بنی امیة ان ما قتل البازی والصقر فهو حلال و کان یتقیهم وانا لا اتقیهم وهو حرام ما قتل۔

ابان نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا کہ میرے

والد ماجد علیہ السلام بنو امیہ کے دور میں فتویٰ دیا کرتے تھے کہ جو باز اور شکرا قتل کرے وہ حلال ہے وہ ان سے تقیہ کرتے تھے حالانکہ میں تقیہ نہیں کرتا۔

جو باز اور شکرا قتل کرے وہ حرام ہے۔

فالوجه فی تاویل هذا الاخبار ان نحملها علی التقیه

(جن روایات میں ہمارے ائمہ نے باز کا مارا حلال کیا ہے) وہ تقیہ پر محمول ہیں۔
حالانکہ تقیہ ائمہ کو جائز نہ تھا۔ اصول کافی صـ۱۷۱ میں ایک وصیت کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام پر وفات شریف سے پہلے نازل فرمائی۔ اس میں حکم ہے۔

حدث الناس وافتهم ولا تخافن الا الله عز وجل فانه لا سبیل لاحد علیك۔

لوگوں سے بات کر اور فتویٰ دے اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈر تجھ پر کسی شخص کو غلبہ نہیں۔

اس کے باوجود حضرت امام جعفر صادق کے والد ماجد ڈرتے ہیں اور حرام گوشت کو حلال کہہ دیتے ہیں، لوگوں کو حرام کھلاتے ہیں اور اس وصیت کا جو کہ اللہ کی طرف سے نازل ہوئی، دیدہ دانستہ خلاف کرتے ہیں۔

شیعو! کیا آپ کے ائمہ ایسے ہی ڈرپوک تھے۔ ہم تو اس امر کے ماننے پر ہرگز تیار نہیں وہ تو بڑے بڑے جابروں کے سامنے کلمۂ حق کہنے سے نہیں رکتے تھے۔
اور تم کہتے ہو کہ وہ ڈرتے ہوئے حق مسئلہ بیان نہ کرتے تھے۔

نعوذ باللہ من هذه الخرافات۔

مسئلہ نمبر ۱۵

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں سے ڈرتے ہوئے احکام شریعت جاری نہ کر سکے، یعنی اپنی خلافت کے زمانہ میں بھی ڈرتے رہے اور احکام

شریعت علی الاعلان جاری نہ کر سکے۔

ملاحظہ ہو فروع کافی، کتاب الروضہ صـ۲۹۔

امیر المومنین ایک خطبہ میں فرماتے ہیں۔

قد علمت الولاة قبلی اعمالا خالفوا فیها رسول الله صلی الله علیه وسلم متعمدین لخلافه ناقضین لعهده مغیرین لسنته ولو حملت الناس علی ترکها وحولتها الی مواضعها والی ما کانت فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم لتفرق عنی جندی حتی ابقی وحدی او قلیل من شیعتی۔

میں جانتا ہوں کہ مجھ سے پہلے حکام نے دیدہ دانستہ رسول اللہ کا خلاف کیا عہد توڑا اور سنت کو بدلہ۔ اگر لوگوں کو ان احکام کے ترک پر آمادہ کروں اور سرور عالم کے زمانہ میں جس طرح احکام تھے اسی طرح کر دوں تو میرا لشکر مجھ سے الگ ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ میں اکیلا رہ جاؤں گا یا تھوڑے سے شیعے میرے ساتھ رہ جائیں گے۔

پھر اس کے آگے امیر المومنین نے وہ احکام شمار کیے ہیں جو خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں (بزعم شیعہ) مخالف سنت تھے۔

مگر امیر المومنین نے باوجود صاحب اقتدار خلیفہ ہونے کے ان احکام کو خلاف شریعت ہی رہنے دیا۔ حضرت علی لوگوں کے ڈر سے ان احکام کو شریعت کے موافق نہ کر سکے۔ انہی احکام میں سے فدک ہے فرماتے ہیں:

"اگر میں فدک فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وارثوں کو دے دیتا تو لوگ مجھ سے متفرق ہو جاتے۔"

سبحان اللہ! خلیفۂ وقت ہونے کے باوجود لوگوں کے متفرق ہونے کا ڈر۔

شیعو! آپ ہمیشہ یہی شکایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے خاتون جنت سے

فدک چھین لیا۔ دیکھو امیر المومنین حضرت علی بھی اپنی خلافت کے زمانہ میں وہی حکم برقرار رکھتے ہیں جو صدیق اکبر نے صادر فرمایا۔ پھر تمہاری شکایت کیا معنیٰ رکھتی ہے، تم خود ہی سوچو اور انصاف کرو کہ خطبہ میں جو عذر حضرت علی نے فرمایا ہے کیا یہ عذر قابل قبول ہے؟ خلیفہ وقت ہو، صاحب اقتدار ہو اور اپنی نگاہوں سے ایسے امر دیکھے جو اللہ اور رسول کے خلاف ہوں۔ پھر وہ لوگوں کے ڈر سے خاموش رہے وہ خلیفہ ہی کیا ہے؟

شیعو! سنو! ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت شیر خدا کو حق بات سے روک نہیں سکتی اور نہ ہی شیر خدا زمانہ کی مخالفت کی پرواہ کر سکتے ہیں۔ یہ تمہارا حضرت علی پر صریح الزام ہے۔ حق بات یہ ہے کہ حضرت علی نے فیصلہ کو اس لیے برقرار رکھا کہ وہ شرع کے عین مطابق تھا اور نہ حضرت علی شیر خدا صاحب اقتدار ہوتے ہوئے اس فیصلہ کو یقیناً تبدیل فرما دیتے۔

مسئلہ نمبر ۱۶

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ جو قرآن اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ جبریل نازل فرمایا تھا، وہ سترہ ہزار آیات کا مجموعہ تھا جب کہ موجودہ قرآن میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات ہیں، معلوم ہوا کہ تقریباً دس ہزار آیات اس قرآن میں نہیں ہیں۔

چنانچہ اصول کافی کتاب فضل القرآن ص۶۷۱ مطبوعہ نولکشور میں ہے:

عن ابی عبد اللہ قال ان القرآن الذی جاء بہ جبریل علیہ السلام الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سبعۃ عشر الف آیۃ۔

امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ وہ قرآن جو بذریعہ جبریل حضور پر نازل ہوا، وہ سترہ ہزار آیت تھا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ موجودہ قرآن وہ قرآن نہیں جو جبریل لے کر آیا۔

اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، وہ ستر ہزار آیات والا قرآن شیعوں کا قرآن ہے۔ جو معلوم نہیں کہ کہاں ہے؟ آج شیعوں کے پاس خدا کی کوئی کتاب نہیں قرآن جو ہمارے پاس ہے، شیعوں کے نزدیک محرف اور مبدل ہے، اصلی قرآن کسی شیعہ کے پاس نہیں۔ تو جب ان کے پاس اللہ کی کتاب ہی موجود نہیں ... کا مذہب بھی ظاہر ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۷

... مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ موجودہ قرآن میں تحریف کی گئی ہے چنانچہ فروع ... کتاب الروضہ ص۶۱ میں ہے:

... تلتمس دین من لیس شیعتک ولا تحبن دینھم انھم ... نون الذین خانوا اللہ ورسولہ وخانوا اماناتھم و... ری ما خانوا اماناتھم ائتمنوا علی کتاب اللہ فحرفوہ و بد... الخ

موسیٰ ... علیہ السلام فرماتے ہیں جو شخص تمہارے شیعہ میں سے نہیں ہے۔ اس کے دین ... لاش نہ کرو اور ان کے ساتھ محبت نہ کرو، کیونکہ وہ لوگ خیانتی ہیں جنہوں نے الل... رسول سے خیانت کی اور ان کی امانتوں میں خیانت کی، وہ اللہ کی کتاب پر امین ... ئے گئے تو انہوں نے تحریف کی اور کتاب اللہ کو بدل ڈالا۔

معلوم ہوا ک... جودہ قرآن شیعوں کے نزدیک تحریف کیا گیا ہے۔

حیات القل... جلد سوم ص۴۱ میں حضرت باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔

خدارا در زمین ... حرمت است، قرآن و عترت من و کعبہ کہ خانہ محترم خدا است قر... راپس تحریف کردند و تغیر دادند و اما کعبہ راپس خراب کردند اما عترت ... پس کشتند۔

زمین میں اللہ ... چیزیں محترم تھیں۔ قرآن، عترت اور کعبہ۔ قرآن کو ان

لوگوں نے تحریف و تغیر کیا، کعبہ کو خراب کیا اور عترت کو قتل کیا۔

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ موجودہ قرآن شیعوں کے نزدیک محرف ہے۔ سوال یہ ہے کہ پھر اصل قرآن کہاں ہے؟ اگر زمین پر اصل کتاب الٰہی موجود نہیں تو پھر کیا نئی کتاب کی ضرورت نہیں؟ اگر نئی کتاب کی ضرورت ہے تو پھر مرزا قادیانی کو تسلیم کر لیا ہوتا۔

ظاہر ہے کہ شیعوں کا یہ عقیدہ بالکل غلط ہے۔ کہ قرآن کو بدل ڈالا گیا ہے۔ کیونکہ خدا نے خود فرمایا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔

قرآن ہم نے نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

جس کی حفاظت کا ذمہ خدا نے لیا ہو تو کیا ممکن ہے کہ خدا اس کی حفاظت نہ کر سکا ہو؟ دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں قرآن حکیم کے حافظ موجود ہیں اور رہیں گے جن کے سینوں میں قرآن کی دولت محفوظ ہے۔ قرآن کی حفاظت کے لیے خدا تعالے نے اہل سنت کے سینے منتخب کیے ہیں، شیعہ آج تک قرآن کا حافظ نہ ہو سکا۔

مسئلہ نمبر ۱۸

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آئمہ کے سوا، اگر کوئی دعوی کرے کہ میں نے قرآن شریف جمع کیا ہے، جس طرح اترا ہے۔ تو وہ کذاب ہے۔

اصول کافی، کتاب الحجۃ صد ۱۳۹ میں ہے۔

عن جابر سمعت ابا جعفر یقول ما ادعی احد من الناس انہ جمع القرآن کلہ کما انزل الا کذاب وما جمعہ وحفظہ کما نزلہ اللہ الا علی بن ابی طالب والائمۃ من بعدہ۔

جابر کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوجعفر حضرت باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا کہ

کسی نے دعویٰ نہیں کیا کہ اس نے سارا قرآن جمع کیا ہے جیسے کہ اترا ہے۔ مگر کذاب نے۔ قرآن جیسے کہ اللہ نے اتارا ہے اس کو حضرت علی اور اُن کے بعد کے ائمہ کے سوا کسی نے جمع نہیں کیا اور نہ ہی حفظ کیا۔

یہ حدیث ملا باقر مجلسی نے بھی حیات القلوب جلد سوم کے صد ۴۵ میں نقل کی ہے۔

معلوم ہوا کہ جو قرآن حضرت علی نے جمع فرمایا تھا، وہی تھا جو اللہ نے حضور پر نازل فرمایا تھا۔ شیعہ حضرت بتائیں کہ وہ قرآن کہاں ہے؟ تاکہ ہم بھی اس کی زیارت کر سکیں۔ اس قرآن کو صرف حضرت علی نے یا اماموں نے حفظ کیا۔ معلوم ہوا کہ چودہ صدیوں نے ایک بھی شیعہ ایسا پیدا نہ کیا جو حضرت علی کے جمع کردہ قرآن کا حافظ ہوتا۔

موجودہ قرآن جسے حضرت ابوبکر و عثمان رضی اللہ عنہم نے جمع کیا، کروڑوں کی تعداد میں موجود ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں اس کے حافظ ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔

شیعوں پر افسوس ہے کہ حضرت علی کے جمع کردہ قرآن کو نہ تو حفظ کر سکے اور نہ ہی اس کو باقی رکھ سکے۔ اگر کہا جائے کہ وہ قرآن صرف اماموں تک تھا تو سوال یہ ہے کہ جو امت کو دکھانا ہی مقصود نہ تھا تو اس کو نازل ہی کیوں کیا گیا؟

مسئلہ نمبر ۱۹

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ اوصیاء کے سوا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میرے پاس سارا قرآن ہے۔ چنانچہ اصول کافی صد ۱۳۹ میں امام باقر فرماتے ہیں۔

ما یستطیع احد ان یدعی ان عندہ جمیع القرآن کلہ ظاہرہ وباطنہ غیر الاوصیاء۔

کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے پاس سارا قرآن ظاہر و باطن سمیت ہے، مگر اوصیاء (یہ دعوی کر سکتے ہیں)۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سارا قرآن اوصیاء کے پاس موجود ہے۔ شیعہ حضرات سے گذارش ہے کہ وہ اوصیاء کا قرآن ہمیں دکھائیں تاکہ ہم اصل کلام الٰہی کی زیارت کر سکیں اگر آپ کے پاس وہ قرآن موجود نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ آپ بے کتاب امت ہیں۔ ائمہ اوصیاء نے آپ کو اصل قرآن کی ہوا نہ لگنے دی۔ وہ جانتے تھے کہ آپ اس امانت کے امین نہیں ہو سکتے۔

شیعوں کا عقیدہ یقیناً غلط ہے۔ آج دنیا میں ہر دین کے پیروکار اپنی کتاب رکھتے ہیں حالانکہ ان کی کتابیں محرّف ہیں، پھر بھی وہ ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ عیسائی بائبل کو اور یہودی تورات کو تسلیم کرتے ہیں۔ شیعوں پر افسوس ہے کہ وہ قرآن پاک کو تسلیم نہیں کرتے۔ یہ اسلام کی کوئی خدمت نہیں بلکہ غیر مسلموں کو اسلام پر اعتراض کرنے کا موقع فراہم کیا جا رہا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۰

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ ان کے پاس ایک جامعہ ہے جو کہ ستر گز لمبا ہے۔

اصول کافی ص۱۴۶ کتاب الحجہ میں ہے۔

عندنا الجامعة وما يدريهم ما الجامعة قال قلت جعلت فداك وما الجامعة قال صحيفه طولها سبعون ذراعاً بذراع رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

ہمارے پاس ایک جامعہ ہے اور وہ نہیں جانتے کہ جامعہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ آپ پر قربان، بتائیے کہ جامعہ کیا ہے۔ فرمایا کہ وہ صحیفہ ہے جس کا طول ستّر گز ہے۔

پھر اسی صفحہ میں آگے لکھا ہے۔

وان عندنا لمصحف فاطمة عليها السلام ما يدريهم ما مصحف فاطمة قال مصحف فيه مثل قرانكم هذا

ثلاث مرات والله ما فيه من قرانكم حرف واحد۔

بے شک ہمارے پاس حضرت فاطمہ علیہا السلام کا مصحف ہے، وہ نہیں جانتے کہ مصحف فاطمہ کیا ہے۔ فرمایا تمہارے اس قرآن سے تین گنا بڑا ہے۔ خدا کی قسم اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔

شیعو! تمہارے عجیب و غریب مسئلے اسی قرآن میں ہوں گے۔

مسئلہ نمبر ۲۱

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے۔

جو فروع کافی کتاب الروضہ کے ص۱۲۵ میں ہے۔

امام ابو جعفر فرماتے ہیں۔

ان الناس كلهم اولاد بغايا ما خلا شيعتنا۔

ہمارے شیعوں کے سوا سب لوگ کنجریوں کی اولاد ہیں۔

یہ ہے شیعہ مذہب کی تہذیب! اور یہ ہے ان کا کچھ نہ کہنا اس طرح یہ کہ اپنے مقالات میں اس قول کی تائید کرتے ہیں اور اس کو صحیح مانتے ہیں نعوذ باللہ! میں کہتا ہوں کہ ائمہ کرام تو تہذیب اور شائستگی کے پیکر تھے، رسول کا گھرانا، کردار اور گفتار میں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ شیعوں کا اماموں پر بدترین الزام ہے کہ اپنے خبث باطن کو اماموں کے ذمہ لگا دیتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۲

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے جو کتاب الروضہ ص۱۱۵ فروع کافی جلد سوم میں ہے۔ امام ابو جعفر فرماتے ہیں۔

كان الناس اهل ردة بعد النبي صلى الله عليه وسلم الا ثلاثة فقلت ومن الثلاثة فقال المقداد بن الاسود وابوذر

الغفاری وسلمان الفارسی ۔

رسول پاک کی وفات سے تین دن بعد تین صحابہ کے سوا سب لوگ مرتد ہو گئے ۔ میں نے عرض کی وہ تین کون ہیں تو فرمایا مقداد، ابوذر اور سلمان ۔

کس قدر جرأت ہے کہ تین صحابہ کے سوا سب کو معاذ اللہ مرتد کہہ دیا ۔ اس قول سے تو ائمہ اہل بیت بھی نہیں بچ سکتے کہ ان کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا ۔

مسئلہ نمبر ۲۳

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اپنی غلامی کا اقرار کر کے یزید سے جان بچالی چنانچہ کتاب الروضہ ص۱۱۱ میں ہے ۔

فقال له علي بن الحسين عليهما السلام قد اقررت لك بما سالت انا عبد مكره لك فان شئت فامسك وان شئت فبع ۔

حضرت علی زین العابدین بن حسین علیہما السلام نے یزید سے کہا کہ میں تیرا غلام مکرہ ہوں ۔ چاہے تو مجھے قید رکھ اور چاہے تو بیچ دے ۔

ہم ہرگز یہ تسلیم کرنے کے تیار نہیں کہ ایک بہادر اور شجاع باپ کا فرزند اتنی بزدلی کا مظاہرہ کرے ۔ شیعوں کا حضرت زین العابدین پر یہ الزام ۔ ہے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے اگر تقیہ کیا تھا تو آپ ۔ کے باپ حضرت امام حسین نے کربلا میں تقیہ کیوں نہ کیا؟ ادھر تو صرف امام زین العابدین کی ایک جان بچ رہی ہے ۔ لیکن کربلا میں بہتر ۷۲ جانیں کیوں نہ بچائی گئیں؟ حقیقت یہ ہے کہ شیعوں کا مسئلہ تقیہ ایسا من گھڑت عقیدہ ہے جس کی وجہ سے اہل بیت کی آبرو مجروح ہو رہی ہے شیعے کبھی تو حضرت علی کا تقیہ ثابت کرتے ہیں کبھی اماموں کا ۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ کربلا میں خون حسین نے یہ ثابت کر دیا کہ اہل بیت کا بچہ بچہ بہادر، دلیر، حق گو اور حق پرست ہے ، لہٰذا تقیہ کو اگر درست مان لیا جائے تو ثابت کرنا پڑے گا

کہ کربلا میں امام حسین نے تقیہ کیوں نہ کیا؟

مسئلہ نمبر ۲۴

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ پانی پلانے کے عوض کسی عورت سے جماع کرے تو وہ نکاح ہوگا زنا نہیں ۔

فروع کافی جلد ۲ ص۱۹۸ میں ہے ۔

امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی کہ میں نے زنا کیا ہے ۔ مجھے پاک کیجئے ۔ آپ نے رجم کا حکم فرمایا ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے اس عورت سے دریافت کیا کہ تو نے کسطرح زنا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں جنگل میں تھی مجھے پیاس نے غلبہ کیا ، میں نے ایک اعرابی سے پانی مانگا ۔ اس نے انکار کیا اور کہا کہ میں اس کو اپنے نفس پر اختیار دوں جب مجھے پیاس نے لاچار کیا تو میں نے منظور کیا ، اس نے پانی پلایا اور میرے ساتھ برا کیا ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ۔

تزویج ورب الکعبه ۔ رب کعبہ کی قسم! یہ تو نکاح ہے ۔

یہ ہے شیعوں کا پاک مذہب کہ پانی کے عوض اپنی آبرو پر غیر کو مسلط کرنا، زنا نہیں نکاح ہے ۔ نہ معلوم کہ حضرت علی پر یہ اتہام لگانے کا مقصد کیا ہے؟ پیاس پانی اور جماع العیاذ باللہ ۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت علی کی بصیرت ایسا فیصلہ ہرگز نہیں کر سکتی ۔

مسئلہ نمبر ۲۵

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے جو کتاب من لایحضرہ الفقیہ کے ص۷ میں ہے :

امام باقر علیہ السلام پاخانہ میں گئے ۔ وہاں نجاست میں ایک روٹی کا ٹکڑا پڑا

ہوا دیکھا۔ آپ نے لے کر دھویا، اپنے غلام کو دیا اور فرمایا یہ تیرے پاس رہے۔ میں پاخانہ سے فارغ ہو کر اسے کھاؤں گا۔ جب آپ نکلے تو غلام سے پوچھا کہ لقمہ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے تو کھا لیا ہے۔ فرمایا یہ لقمہ نہیں قرار پکڑتا کسی کے پیٹ میں، مگر اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ جاؤ! میں نے تمہیں آزاد کیا کیونکہ میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ جنتی سے خدمت لوں۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

ودخل ابوجعفر الباقر علیہ السلام الخلاء فوجد لقمة خبز فی القذر فاخذها وغسلها ودفعها الی مملوك كان معه فقال تكون معك لاكلها اذا خرجت فلما خرج علیہ السلام قال للمملوك این اللقمة قال اكلتها یا ابن رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال انها ما استقرت فی جوف احد الا وجبت له الجنة فاذهب فأنت حر فانی اكره ان استخدم رجلا من اهل الجنة۔

ہم ہرگز مان نہیں سکتے کہ حضرت باقر علیہ السلام نے ایسا لقمہ کھانے کا ارادہ بھی کیا ہو اور اس کے کھانے والے کو اتنا درجہ کہ وہ جنتی ہو گیا۔ حالانکہ اس نے امام باقر کے حکم کا خلاف کیا۔ امام صاحب کی امانت کو کھا گیا پھر جنتی ہو گیا۔ اس پر طرہ یہ کہ امام صاحب جنتی کو خادم بنانا پسند نہیں کرتے جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے خادم جنتی نہیں ہوتے تھے۔ کیا امام صاحب کی خدمت میں رہنا بجائے خود جنتی ہونے کی ضمانت نہ تھی؟

مسئلہ نمبر ۲۶

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے جو من لایحضرہ الفقیہ کے صـ۱۳ـ میں ہے:۔

سال حنان بن سدیر اباعبد اللہ علیہ السلام فقال انی ربما بلت فلا اقدر علی الماء ویشتد ذالك فقال علیه السلام اذا بلت وتمسحت فامسح ذكرك بریقك فان وجدت شیئا فقل هذا من ذالك۔

حنان بن سدیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ میں بسا اوقات بول کرتا ہوں اور پانی پر قادر نہیں ہوتا اور مجھ پر یہ بات ناگوار معلوم ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ جب تو بول کرے اور مسح کرے تو تھوک سے ذکر کو پونچھ لیا کر پھر اگر کچھ (تری) پائے تو سمجھ لو کہ یہ اسی تھوک سے ہے۔

یہ مسئلہ عجیب ہے۔ اور یہ من لایحضرہ الفقیہ کے زمرہ میں ہی آسکتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۷

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ بے وضو نماز جنازہ جائز ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ کے صـ۳۳ـ میں ہے:

امام جعفر صادق سے یونس بن یعقوب پوچھتے ہیں کہ بلا وضو جنازہ پڑھا جائے؟ تو آپ نے فرمایا: "ہاں"

الفاظ یہ ہیں:۔

سئل یونس بن یعقوب اباعبد اللہ علیہ السلام عن الجنازة یصلی علی غیر وضوء فقال نعم!

مسئلہ نمبر ۲۸

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ حیض والی عورت بھی جنازہ پڑھ سکتی ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ کے صـ۳۳ـ میں ہے:

عن ابی جعفر علیہ السلام ان الحائض تصلی علی الجنازة

ولا تصف معهم۔

ابو جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حیض والی عورت جنازہ پڑھ لے اور جماعت کے ساتھ صف میں کھڑی نہ ہو۔

مسئلہ نمبر ۲۹

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ مخالف کے جنازہ کی نماز میں اس کے حق میں لعنت اور بددعا کرو۔

تہذیب جلد اوّل صـ۹۶ میں ہے:

لا یجوز لاحد من اھل الایمان ان یغسل مخالفا للحق فی الولایة ولا یصلی علیه الا ان تدعوه ضرورة الی ذالک من جهة التقیه فیغسله تغسیل اھل الخلاف ولا یترک معه جریدة واذا صلی علیه لعنه فی صلوته ولم یدع له فیها۔

کسی اہل ایمان کو جائز نہیں کہ ولایت کے بارے میں جو مخالف حق ہو اسے غسل دے نہ اس پر جنازہ پڑھے۔ اگر تقیہ کے سبب کہیں جانا پڑ جائے۔ یعنی ضرورت پیش آجائے تو اُسے اہل خلاف کی طرح غسل دے اور اس کے ساتھ جریدہ نہ رکھے جب نماز جنازہ پڑھے تو نماز میں اس پر لعنت کرے، دعا نہ مانگے۔

تہذیب میں اس قول کی شرح میں لکھا ہے کہ ولایت کی مخالفت حق کی مخالفت ہے اور اہل حق کا مخالف کافر ہے۔ اس پر کافروں کا حکم واجب ہے۔ مرنے والا اگر کافر ہے تو اس پر جنازہ کیسا؟ تقیہ کر کے کافر کا جنازہ پڑھ لینا شیعوں کا مذہب ہو سکتا ہے۔ اسلام تو کافر کے جنازہ کی اجازت نہیں دیتا۔ پھر جنازہ میں شامل ہو کر دعا کرنے کی بجائے میت پر لعنت کرنا بھی شیعوں کا ہی مذہب ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۰

مسئلہ نمبر ۲۹ کی تائید میں اسی تہذیب کے صـ۱۷۸ میں حضرت امام حسین کا واقعہ درج کیا گیا ہے۔

عن ابن عبد الله ان رجلا من المنافقین مات فخرج الحسین بن علی یمشی معه فلقیه، مولی له، فقال له الحسین این تذهب یا فلان؟ فقال له مولاه افر من جنازة هذا المنافق ان اصلی علیها فقال له الحسین انظر ان تقوم علی یمینی فما تسمعنی ان اقول فقل مثله فلما ان کبر علیه ولیه قال الحسین اللهم العن فلانا عبدک الف لعنة موتلفة غیر مختلفة اللهم اخز عبدک فی عبادک وبلادک واصله حر نارک واذقه اشد عذابک فانه کان یولی اعدائک ویعادی اولیائک ویبغض اهل بیت نبیک۔

ابن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک منافق مر گیا۔ امام حسین اس کے جنازہ کے ساتھ ہوئے۔ آپ کا ایک غلام ملا تو آپ نے فرمایا کہ تو کہاں بھاگا جا رہا ہے۔ اس نے عرض کی کہ میں منافق کے جنازہ سے بھاگتا ہوں کہ اس پر نماز نہ پڑھنی چاہیے۔ امام حسین نے فرمایا کہ دیکھ میری دائیں جانب کھڑا ہو جا، جو کچھ میں کہوں، تم بھی سن کر وہی کہتے جانا۔ جب اس میت کے ولی نے تکبیر کہی تو امام حسین نے فرمایا:

اے اللہ! اپنے اس بندہ پر لعنت کر ہزار لعنتیں جو ساتھ ساتھ ہوں مختلف نہ ہوں۔ اے اللہ! اپنے اس بندہ کو اپنے بندوں اور شہروں میں ذلیل کر۔ اس کو اپنی آگ کی سوزش میں داخل کر اور اپنے عذاب کی سختی اسے چکھا بے شک

وہ تیرے دشمنوں سے دوستی رکھتا تھا تیرے ولیوں کا مخالف تھا اور تیرے نبی کے اہل بیت سے بغض رکھتا تھا۔

ہم شیعہ صاحبان سے پوچھتے ہیں کہ ایک شخص جس کے لیے مغفرت ضروری نہ تھی تو حضرت امام حسین نے اس کا جنازہ ہی کیوں پڑھا عام لوگوں اور اپنی محبت والوں کو مغالطہ میں کیوں ڈالا؟

ہم یہ کیسے تسلیم کرلیں کہ کعبہ رُخ ہو کر، حضرت امام حسین جنازہ کی نماز میں بجائے کلام النبی پڑھنے کے، گالی گلوچ کرنے لگے؟

سنی مسلمانوں کے لیے بھی مقام غور ہے کہ شیعہ اگر جنازہ میں آجائے تو اپنے مذہب کے مطابق دعائے مغفرت نہیں کرے گا بلکہ میت پر لعن طعن کرے گا۔

مسئلہ نمبر ۳۱

تہذیب جلد ا صـ۱۷۸ کی ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیے:

لما مات عبد اللہ بن ابی بن سلول حضر النبی صلی اللہ علیہ وسلم جنازتہ، فقال عمر لرسول اللہ الم ینھک اللہ ان تقوم علی قبرہٖ فقال ویلک ما یدریک ما قلت انی قلت اللھم احش جوفہ نارا واملأ قبرہ نارا واصلہٖ نارا قال ابو عبد اللہ فابدٰ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کان یکرہ۔

عبداللہ بن ابی بن سلول کا انتقال ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جنازہ پر حاضر ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس کی قبر پر کھڑا ہونے سے منع نہیں کیا؟ حضور نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے تو کیا جانے کہ میں نے کس طرح دعا کی؟ میں نے تو یہ کہا اے اللہ اس کے پیٹ کو آگ سے بھر دے۔ اس کی قبر کو آگ سے بھر دے۔ اس کو دوزخ میں پہنچا دے امام جعفر صادق

نے فرمایا کہ عمر نے رسول اللہ کا وہ راز ظاہر کر دیا جس کے ظاہر ہونے کو وہ بُرا سمجھتے تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ منافقین پر جنازہ پڑھنے کی ممانعت آچکی تھی، پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو منع نہ کیا۔ حالاں کہ پیغمبر پر تبلیغ احکام فرض ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ حضور نے تبلیغ کو چھپایا اور جنازہ میں شرکت فرمائی۔ حضور کی وجہ سے مسلمانوں نے بھی جنازہ پڑھا۔ تو اس گناہ میں معاذاللہ حضور نے سب کو مبتلا کیا۔ نعوذ باللہ من ہذہ الاعتقاد۔

اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ معاذاللہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تقیہ کرتے تھے اور آپ کا ظاہر کچھ اور تھا اور باطن کچھ اور۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس بُرے عقیدے سے محفوظ رکھے۔

اس روایت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت عمر کا ظاہر باطن ایک تھا اور آپ کو منافقوں سے سخت عداوت تھی۔ ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا آپ پسند نہیں فرماتے تھے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عمر اس حکم خداوندی سے واقف تھے۔ کہ منافقوں کی نمازِ جنازہ نہیں۔

شیعو! تمہاری اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاذاللہ پیغمبر خدا نے لوگوں کو دھوکا دیا۔ بظاہر جنازہ پڑھا لیکن درحقیقت میت کو گالیاں دے کر آ گئے۔ معاذاللہ سنی بھائیو! کیا آپ جائز رکھتے ہو کہ شیعہ تمہاری کسی میت کے جنازہ میں شامل ہو کر میت کے لیے ایسی بری دعائیں مانگیں جن کی ان کے مذہب کی رو سے ہدایت کی جارہی ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۲

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ اگر کوئی نماز میں اپنے . . . . کے ساتھ کھیلے تو کوئی حرج نہیں۔

تہذیب جلد اص ۹۹ میں ہے۔

امام جعفر صادق سے معاویہ بن عمار پوچھتے ہیں کہ فرض نماز میں ...... کے ساتھ کھیلنا کیا حکم رکھتا ہے؟ فرمایا کوئی ڈر نہیں۔

اصل عبارت یہ ہے:

عن معاویة ابن عمار قال سألت یا عبد اللہ علیہ السلام عن الرجل یعبث بذکرہ فی الصلوٰۃ المکتوبة فقال لا بأس بہ۔

سبحان اللہ! کیسے خشوع کی نماز ہے؟

مسئلہ نمبر ۳۳

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ جنبی اور حائض کو قرآن پڑھنا جائز ہے۔

تہذیب جلد اص ۳۶ میں ہے۔

عن ابی جعفر لا بأس ان یتلو الحائض والجنب القرآن۔

امام ابو جعفر فرماتے ہیں کہ حائضہ اور جنبی کے قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں

مسئلہ نمبر ۳۴

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ جنبی کو مضمضہ اور استنشاق ضروری نہیں۔

تہذیب جلد اص ۳۶ میں ہے۔ امام جعفر صادق سے کسی نے سوال کیا کہ جنبی کلی کرے تو فرمایا: لا انما یجنب الظاہر، نہ کرے کیونکہ ظاہر جنبی ہوتا ہے۔ (منہ ظاہر نہیں بلکہ جوف ہے)

مسئلہ نمبر ۳۵

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ پاخانہ میں آیة الکرسی کی مقدار قرآن یا

الحمد للہ رب العالمین پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے۔

سأل عمر بن یزید ابا عبد اللہ علیہ السلام عن التسبیح فی المخرج وقرأة القرآن فقال لم یرخص فی الکنیف اکثر من آیة الکرسی ویحمد اللہ او آیة الحمد للہ رب العالمین

عمر بن یزید نے امام جعفر صادق سے دریافت کیا کہ پاخانہ میں قرآن پڑھنے یا تسبیح کرنے کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ پاخانہ میں اس سے زیادہ کی اجازت نہیں کہ آیة الکرسی کی مقدار قرآن پڑھ لے اور خدا کی حمد کرے یا الحمد للہ رب العالمین پڑھے۔

مسئلہ نمبر ۳۶

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ نفاس والی عورت اور پاخانہ پھرتے ہوئے قرآن پڑھ لیں۔

استبصار جلد اول میں ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سألتہ أتقرأ النفساء والحائض والجنب والرجل یتغوط القرآن فقال یقرؤن ما شاؤا۔

عبید اللہ بن علی حلبی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ کیا نفاس والی عورت، حیض والی عورت، جنبی اور پاخانہ پھرتے ہوئے آدمی قرآن پڑھ لیں۔ آپ نے فرمایا، پڑھ لیں جو چاہیں۔

سبحان اللہ! قرآن کی یہ عزت ہے؟ شیعہ دوستو! یہ روایات تم نے اماموں کے ذمہ لگا دی ہیں، تمہارا اصل مقصد تو صرف یہ ہے کہ وہ قرآن جس کو ابو بکر اور عثمان رضی اللہ عنہما نے جمع فرمایا۔ اس کی توہین کرائی جائے۔

مسئلہ نمبر ۳۷

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے جو استبصار کے صہ ۲۶ میں ہے۔
عن ابی عبد اللہ قال سألتہ کم یجزی من الماء فی الاستنجاء
من البول فقال مثلا ما علی الحشفۃ من البلل۔
امام جعفر صادق سے پوچھا کہ بول کے استنجاء کے لیے کتنا پانی کافی ہے؟
آپ نے فرمایا کہ جس قدر حشفہ تری باقی ہے اس سے دگنا پانی ہو تو کافی ہے۔
معلوم ہوا کہ ایک قطرہ سے بھی کم پانی بول کے استنجاء کے لیے کافی ہے۔
انصاف فرمائیے کہ یہ استنجاء ہوا یا کہ زیادہ پلید کرنا ہوا؟

مسئلہ نمبر ۳۸

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ بول کر کے تین دفعہ ذکر کو نچوڑے پھر اگر ساق تک
بہتا چلا جائے تو کچھ پروا نہیں۔
استبصار صہ ۲۶ میں اصل عبارت یوں ہے:
عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی الرجل یبول قال ینترہ
ثلاثا ثم ان سال حتی یبلغ الساق فلا یبالی۔
عجیب بات یہ ہے کہ اس کے آگے ایک اور روایت ہے جس میں ذکر
ہے کہ بعد استبراء اگر ذکر سے کچھ نکلے تو وضو کرنا واجب ہوتا ہے۔
صاحبِ استبصار ان دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق کرتے ہیں
کہ دوسری روایت استحباب پر محمول ہے یا تقیہ پر۔
میں کہتا ہوں کہ استحباب پر محمول کرنے سے تو حدیث کے الفاظ انکاری
ہیں اور تقیہ پر حمل کرنے سے ائمہ پر ایک بدنما دھبہ لگتا ہے کہ معمولی خوف کے سبب
ان کے ائمہ حق کو چھپاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۹

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے کہ خنزیر کے چمڑے کا ڈول بنا کر کنواں سے
پانی نکالنا جائز ہے۔
کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کے صہ ۴ میں ہے۔
سئل الصادق علیہ السلام عن جلد الخنزیر یجعل دلوا
یستقی بہ الماء فقال لا بأس بہ۔
صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ خنزیر کے چمڑے کا ڈول بنا کر پانی نکالا
جائے یا نہ؟ فرمایا کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ نمبر ۴۰

ایک مسئلہ شیعوں کا یہ ہے جو من لا یحضرہ الفقیہ کے صہ ۴ میں ہے۔
سئل الصادق علیہ السلام عن جلود المیتۃ یجعل فیہ
اللبن والماء والسمن ما تری فیہ؟ فقال لا بأس تجعل فیہا
ما شئت من ماء او لبن او سمن وتتوضأ منہ وتشرب
ولکن لا تصل فیہا۔
امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ مردار کے چمڑہ میں دودھ یا پانی یا گھی
ڈالا جائے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا کوئی ڈر نہیں چاہے اس میں پانی ڈالو یا دودھ گھی چاہے
اس (پانی) سے وضو کرو اور پیو مگر اس میں نماز نہ پڑھو۔
سبحان اللہ! کیا پاک مذہب ہے! اگر اس میں پانی پینا اور وضو کرنا جائز ہو تو
نماز پڑھنے میں کیا فرق لازم آتا ہے؟

"———————"

ماتم کا شرعی حکم

ہم مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کے ماتم میں شرعی حکم کی پروا نہیں کرتے۔ شریعت کے برخلاف مدتوں ماتم رکھتے ہیں حالاں کہ حدیث شریف میں تین دن سے زیادہ سوگ رکھنے کی ممانعت آئی ہے البتہ عورت کو شوہر کے مرجانے پر چار مہینہ دس دن کی اجازت ہے۔ کسی اور کو نہیں۔

روایت اہل سنّت

زینب بنت ابی سلمہ کہتی ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی جب کہ ان کا باپ ابوسفیان بن حرب فوت ہوا تو انھوں نے خوشبو منگوا کر استعمال کی اور فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے منبر پر فرمایا:

لا یحل لامراۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تحد علی میت فوق ثلث الا علی زوج اربعۃ اشھر وعشرا۔

کسی عورت پر جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہے، حلال نہیں کہ تین دن سے زیادہ میت پر سوگ کرے۔ مگر خاوند پر چار مہینہ اور دس دن جائز ہے۔

زینب کہتی ہے پھر میں زینب بن جحش کے پاس گئی جب کہ ان کا بھائی فوت ہوا تو انھوں نے بھی خوشبوئی استعمال کی اور یہی فرمایا کہ مجھے کچھ حاجت نہ تھی صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ منبر پر فرماتے ہیں "لا یحل لامراۃ (الحدیث بخاری ومسلم)

اسی طرح ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تحد امراۃ علی میت فوق ثلث الا علی زوج اربعۃ اشھر وعشرا (متفق علیہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماتم کا شرعی حکم یہ ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی میت پر سوگ نہ کیا جائے۔ البتہ عورت کو شوہر کے مرجانے پر چار ماہ اور دس دن تک سوگ کی اجازت ہے۔ اس سے زیادہ اس کو بھی اجازت نہیں۔ مرد پر ترکِ لذائز و ترکِ زینت اور عورتوں کی طرح سوگ کرنا، شریعتِ محمدیہ میں ہرگز ثابت نہیں، معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ تین دن کے بعد ماتم ختم کر دیں اور کسی مرد یا عورت کو سوگ کے لیے نہ بیٹھنے دیں۔ الا التی مات زوجھا۔

روایت شیعہ

شیعہ کی نہایت معتبر کتاب من لایحضرہ الفقیہ کے صفحہ ۳۶ میں حضرت صادق علیہ السلام سے آیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

لیس لاحد کم ان یحد اکثر من ثلثۃ ایام الا للمراۃ علی زوجھا حتی تقضی عدتھا۔

تہذیب صـ۲۳۸ اور وسائل الشیعہ جلد ۳ صـ۱۷۳ میں محمد بن مسلم سے روایت ہے:

قال لیس لاحد ان یحد اکثر من ثلاث الا المرأۃ علی زوجھا حتی تنقضی عدتھا۔

کسی کو جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ سوگ کرے مگر عورت کو اپنے خاوند کی موت پر عدت گذرنے تک سوگ کی اجازت ہے۔

یہ محمد بن مسلم نہایت ثقہ ہیں۔ حضرت امام باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے راوی ہیں۔ رجال کشی میں ان کی بہت تعریف ہے۔

اہل سنت و شیعہ صاحبان کو ان متفقہ روایات پر عمل کرنا چاہیے اور ماتم کا وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

(واللہ الموفق)

خاتونِ جنّت کو صبر کا حکم

مشکوٰۃ شریف کے صـ۵۶۰ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کوئی پوشیدہ بات کی تو آپ بہت روئیں۔ پھر آپ نے ان کا حزن معلوم کر کے دوبارہ پوشیدہ بات کی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں۔ میں نے دریافت کیا تو انہوں نے نہ بتایا۔ پھر جب حضور کا وصال ہوا تو میں نے پھر دریافت کیا۔ فرمایا اب بتاتی ہوں پہلی بار آپ نے یہ خبر دی تھی کہ جبریل ہر سال میرے ساتھ قرآن شریف کا ایک بار ورد کیا کرتے تھے۔ اب اس نے میرے ساتھ دو دفعہ ورد کیا ہے۔ میں گمان کرتا ہوں کہ اب موت قریب ہے۔

فاتقی اللہ واصبری

پس اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا

تو میں رو پڑی تھی۔ جب آپ نے میرا رونا دیکھا تو فرمایا تھا۔ "اے فاطمہ! کیا تو راضی نہیں کہ تو اہل جنت کی تمام بیبیوں کی سردار ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تو سب اہل بیت سے پہلے میرے پیچھے آئے گی تو میں ہنس پڑی تھی۔ (متفق علیہ)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو صبر کی وصیت فرمائی۔

روایات شیعہ

حیات القلوب جلد دوم صـ۲۵۲ میں ہے:

"حضرت رسول فرمود اے فاطمہ توکل کن بر خدا و صبر کن چنانچہ صبر کردند پدران تو کہ پیغمبران بودند و مادران تو کہ زنہائے پیغمبران

بودند"۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ خدا پر توکل کرو اور صبر کرو، تیرے آباء، جو کہ پیغمبر تھے، صبر کرتے رہے اور تیری مائیں جو کہ پیغمبروں کی بیویاں تھیں، صبر کرتی رہیں۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۶۵۳ میں فرمایا:

"بداں اے فاطمہ کہ برائے پیغمبر گریبان نمی باید درید و رو نمی باید خراشید و واویلا نمی باید گفت"۔

اے فاطمہ جان لو کہ پیغمبر کے لیے گریبان نہیں پھاڑنا چاہیے اور چہرہ نہیں پیٹنا چاہیے اور واویلا نہیں کرنا چاہیے:

اور صفحہ ۶۵۴ میں ہے:

"ابن بابویہ بسند معتبر از محمد باقر روایت کردہ است کہ حضرت رسول در ہنگام وفات خود بحضرت فاطمہ گفت کہ اے فاطمہ چوں بمیرم روئے خود را برائے من مخراش و گیسوئے خود را پریشان مکن و واویلا مگو و بر من نوحہ مکن و نوحہ گراں را مطلب"۔

ابن بابویہ معتبر سند سے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ اے فاطمہ جب میں وصال پاؤں تو میرے لیے اپنے چہرہ پر خراش نہ ڈالنا اور اپنے بال نہ بکھیرنا اور واویلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا اور نوحہ گروں کو نہ بلانا۔

پھر ایک دو سطر کے بعد لکھا ہے:

"پس حضرت فرمود کہ اے فاطمہ گریہ مکن و صبر را پیشہ کن"،

پس حضرت نے فرمایا کہ اے فاطمہ رونا نہیں اور صبر کو اختیار کرنا۔

فروع کافی جلد ۲ ص ۲۲۸ میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا:

اذا انا متّ فلا تخمشی علیّ وجها ولا ترخی علیّ شعرا ولا تنادی بالویل ولا تقیمی علیّ نائحۃ

جب میں فوت ہو جاؤں تو منہ نہ چھیلنا، بال نہ نوچنا، واویلا نہ کرنا اور نوحہ کرنے والیاں نہ بلانا۔

پھر فرمایا یہی وہ معروف ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے:

المعروف ان لا یشققن جیبا ولا یلطمن خدا ولا یدعون ویلا ولا یتخلفن عند قبر ولا یسودن ثوبا ولا ینشرن شعرا

معروف یہ ہے کہ نہ گریبان پھاڑیں نہ رخسار پیٹیں نہ واویلا کریں نہ قبر کے پاس جمع ہوں نہ کپڑے سیاہ کریں اور نہ بال بکھیریں۔

مندرجہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی کہ خدا پر بھروسہ رکھیں اور صبر کریں، نہ گریبان پھاڑیں نہ منہ چھیلیں نہ واویلا کریں نہ اپنے بال بکھیریں نہ بین کریں نہ بین کرنے والوں کو بلائیں۔

ہمارا ایمان ہے اور سب مسلمانوں کا یہی ایمان ہونا چاہیے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر یقیناً عمل کیا اور آپ کے بعد نہ گریباں پھاڑا، نہ پیٹا نہ واویلا کیا نہ نوحہ کیا اور نہ ہی نوحہ گروں کو بلایا۔

لہٰذا ہمیں بھی اسی وصیت پر عمل کرنا چاہیے۔

حضرت علی کو صبر کا حکم

حیات القلوب جلد ۲ ص ۶۶۳ میں ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل سے فارغ ہوئے تو:

جامہ را از روے مبارک دور کرد و گفت پدر و مادرم فدائے تو باد

طیب ونیک و پاکیزہ بودی در حیات و بعد از موت، و منقطع شد بوفات تو احدے از خلق از پیغمبری و نازل شدن وحی ہا آسمانی مصیبت اند در تعزیت تو و اگر نہ آں بود کہ امر کردی بصبر کردن و نہی نمودی از جزع نمودن ہر آئینہ آبہائے سر خود را در مصیبت تو فرو می ریختیم و ہر آئینہ درد او مصیبت تر ہرگز دوائمی کردم الخ،

حضرت علی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک سے کپڑا ہٹایا اور عرض کیا میرے ماں باپ قربان آپ زندگی بھر میں اور موت کے بعد بھی پاکیزہ اور طیب ہیں۔

آپ کی وفات سے وہ چیز بند ہوگئی جو کسی پیغمبر کی وفات سے بند نہ ہوئی تھی یعنی نبوت اور وحی کا نازل ہونا۔ آپ کی مصیبت اس قدر عظیم ہے کہ دوسروں کی مصیبت سے ہمیں مطمئن کر دیا۔ آپ کی مصیبت ایک عام مصیبت ہے کہ سب لوگ یکساں دلگیر ہیں۔

اگر آپ صبر کا حکم نہ دیتے اور جزع فزع سے منع نہ کرتے تو ہم اس مصیبت پر تمام سر کا پانی بہا دیتے اور تیری مصیبت کے درد کی کوئی دوا نہ کرتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کو بھی یہی وصیت تھی کہ میری وفات پر جزع فزع نہ کرنا۔ تو اب سوچنا چاہیے کہ رسول کریم کی وفات پر جزع فزع کی ممانعت ہے تو کسی اور کی یاد میں رونا پیٹنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟
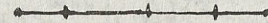
کتاب التراویح

بیس تراویح کے دلائل اور مانعین کے اعتراضات کے مسکت جوابات

فقیر ابو یوسف محمد شریف برادران اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس زمانہ میں جوکہ زمانہ نبوت سے بہت دور ہے۔ اکثر لوگ عبادت کی کمی کی طرف راغب ہیں اور خواہشات نفس کے طالب ہمیشہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ کسی بہانہ سے عبادت الٰہی سے سبکدوش ہوجائیں جب کسی گوشہ سے سنتے ہیں کہ فلاں عبادت کا کوئی ثبوت نہیں تو بغیر دیکھے سمجھے جھٹ اسی طرف ہوجاتے ہیں اور عبادت الٰہی سے مُنہ پھیر لیتے ہیں، نہیں سمجھتے کہ پہلے اپنے علماء سے اس کی تحقیق تو کرلیں چونکہ اُدھر نفس کی خواہش پوری ہوتی تھی۔ اسلیے نہ تحقیق کی ضرورت ہوئی نہ کسی سے دریافت کرنے کی حاجت۔ اپنے علماء کی طرف آنے سے یہ مشکل کہ وہ وہی کہیں گے جو اُن کے نفس کے خلاف ہوگا، پہلے لوگ انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں ایسا ہی کیا کرتے تھے، جس کا بیان آیت اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَھْوٰٓی اَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُمْ میں ہے۔

مسلمانوں کی بد قسمتی سے اس زمانہ میں ایک فرقہ پیدا ہوگیا ہے جو اپنے آپ کو اہل حدیث کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ وَشَتَّانَ بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ اَھْلِ الْحَدِیْث ان کی رات دن یہی کوشش ہے کہ عوام کو مذہب حنفی سے بدظن کیا جائے۔ کبھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر طعن ہے تو کبھی فقہ پر حملہ، کبھی سنن و نوافل سے روکا جاتا ہے۔ کبھی جمعہ کو نماز ظہر سے منع کیا جاتا ہے کبھی بیس۲۰ تراویح کو بدعت کبھی نذر و نیاز سے روکتے ہیں۔ کبھی ایصال ثواب سے منع کرتے ہیں عوام ان کے مغالطہ میں آجاتے ہیں اور اس فرقہ کو متبع سنت مان کر ان کے گرویدہ ہوجاتے ہیں مگر حقیقت میں یہ لوگ حدیث نفس کے پیرو ہیں۔ ان کی زبان و قلم سے صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین تک نہیں بچ سکے۔ دوسرے کی کیا ہستی ہے؟

حضور علیہ السلام کے زمانہ سے اس فرقہ کے وجود تک ایک بھی ایسا شخص نہیں پیدا ہوا جس کے عقائد و عملیات اس فرقہ کے عقائد و عملیات کے موافق ہوں۔ من ادعیٰ فعلیہ البیان۔

نواب صدیق حسن نے حطہ صـ۶۷ میں اس فرقہ کا حال لکھا ہے۔

فقد نبتت فی ھذا الزمان فرقۃ ذات سمعۃ و ریاء تدعی لا نفسھا علم الحدیث والقرآن والعمل بھما علی العلات فی کل شان مع

انھا لیست فی شیئ من اھل العلم والعمل والعرفان الخ

"یعنی اس زمانہ میں ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جو ریا کار ہے، حدیث اور قرآن کے علم اور عمل کا مدعی ہے، لیکن نہ وہ اہل علم سے ہے نہ ان میں عمل ہے نہ عرفان۔"

نماز تراویح کے بیس رکعت کے مسنون ہونے میں صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کا اتفاق چلا آتا ہے۔ مشرق و مغرب میں بیس رکعت پڑھی جاتی ہیں حتیٰ کہ داؤد ظاہری بھی بیس کا ہی قائل ہے۔ مگر یہ فرقہ سرے سے تراویح مانتا ہی نہیں کہ تراویح بھی کوئی نماز ہے بلکہ بعض نے بیس رکعت کو بدعت لکھ دیا۔ دیکھو اخبار اہلحدیث ۳۱ جنوری ۳۰ء، ۱۳ دسمبر ۱۹۱۸ء اس لیے ہمیں ضرورت ہوئی کہ مسئلہ تراویح کو مفصل بیان کیا جائے اور بیس رکعت تراویح کے دلائل پر جو مخالفین کی طرف سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں، سب کا بالاستیعاب جواب دیا جائے، پھر آٹھ رکعت والوں کے دلائل کی قلعی کھولی جائے۔ تاکہ ناظرین اسے پڑھ کر محظوظ ہوں، اور اس فقیر کے لیے دعا کریں کہ حق سبحانہٗ و تعالےٰ اس اسلامی خدمت کو قبول فرمائے اور اس کو گناہوں کی بخشش اور دخول جنت کے لیے وسیلہ بنائے۔ آمین!

وجہ تسمیہ تراویح

نماز تراویح وہ نماز ہے جو کہ نماز عشاء کے بعد نیند سے پہلے پڑھی جاتی ہے اس کو تراویح اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی ہر چار رکعت کے بعد صحابہ و تابعین جنہوں نے پہلے اس نماز پر اجتماع کیا آرام کیا کرتے تھے، چنانچہ علامہ ابن حجر فتح الباری میں اور زرقانی شرح موطا میں۔ علامہ طاہر مجمع البحار میں اور شیخ عبدالحی تعلیق ممجد میں فرماتے ہیں۔

سُمِّیَتِ الصلوٰۃ جماعۃ فی لَیَالِی رَمَضَانَ تَرَاوِیْحَ لِاَنَّھُمْ اَوَّلَ ما اجتَمَعُوْا علیھا کانوا یَسْتَرِیْحُوْنَ بَیْنَ کُلِّ تَسْلِیْمَتَیْنِ۔

مجالس الابرار صـ۱۹۸ میں ہے۔

وَاِنَّمَا سمی بھا لان الصحابۃ کانوا یستریحون بین کل اربع رکعات من اجل طول قیامھم فی الصلوٰۃ۔

یعنی تراویح کا نام تراویح اس لیے رکھا گیا کہ صحابہ ہر چار رکعت کے بعد بسبب طول قیام کے آرام کیا کرتے تھے۔ اس واسطے ہر چار رکعت کو ترویحہ کہتے ہیں۔ ترویحہ کے معنی ایک دفعہ آرام کرنا۔ تراویح اس کی جمع ہے۔ اس نماز کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز آٹھ رکعت نہیں۔ کیونکہ آٹھ رکعت دو ترویحے ہیں۔ تراویح جمع ہے کم از کم تین ترویحہ پر اس کا اطلاق صحیح ہو سکتا ہے، آٹھ پر حقیقتاً اس کا اطلاق صحیح نہیں۔ بیس رکعت چونکہ پانچ ترویحے ہوتے ہیں اس لیے بیس رکعت پر تراویح کا اطلاق حقیقتاً صحیح ہے۔

تراویح کا یہ نام کب سے شروع ہوا

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ تابعین میں یہ نام عام مشہور تھا۔ چنانچہ ابو الخصیب تابعی سوید بن غفلہ سے جو کہ کبار تابعین میں سے تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے دن مدینہ شریف تشریف لائے تھے، روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سوید بن غفلہ رمضان شریف میں پانچ ترویحے (بیس رکعات) نماز پڑھایا کرتے تھے۔ (آثار السنن بحوالہ بیہقی) اسی طرح علی بن ربیعہ تابعی سے سعید بن عبید روایت کرتے ہیں کہ وہ پانچ ترویحے رمضان میں پڑھایا کرتے تھے۔

نواب صدیق حسن مسک الختام صہ ۵۴۲ جلد اوّل میں اس نام کا اصل ایک حدیث مرفوع سے لکھتے ہیں۔ اُن کے الفاظ یہ ہیں۔

"وتسمیہ بہ تراویح گویا ماخوذ است از حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کہ گفت بود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم می گذارد چہار رکعت در شب پس تروح میکرد والحدیث اخرجہ البیہقی وقال تفرد بہ المغیرۃ بن زیاد ولیس بالقوی فان ثبت فھو اصل فی تروح الامام فی الصلوٰۃ التراویح۔"

کہ اس نماز کا نام تراویح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ماخوذ ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو چار رکعت نماز پڑھ کر آرام فرمایا کرتے تھے۔ بیہقی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں مغیرہ بن زیادہ منفرد ہیں اور قوی نہیں اگر ثابت ہو جائے تو یہ حدیث نماز تراویح میں امام کے تروح یعنی آرام کرنے کے ثبوت میں اصل ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مغیرہ بن زیاد کو ابن معین نے لاباس بہ فرمایا۔ وکیع نے ثقہ کہا ابن عدی نے عندی لاباس بہ فرمایا نسائی نے بھی لیس بہ باس کہا ابو داؤد نے صالح فرمایا (دیکھو میزان) پھر حدیث کے قابلِ حجت ہونے میں کیا کلام؟

معلوم ہوا کہ چار رکعت کے بعد حضور علیہ السلام کے آرام کرنے سے اس نماز کا نام تراویح ہوا۔ یہ نام آج کسی کا ایجاد کردہ نہیں۔ قیام اللیل میں ورقاء بن ایاس حبیب بن ابی عمرو عمران بن حدیر ذکوان جرشی وغیرہم سے یہ نام منقول ہے۔ پس جو لوگ اس نام کو اصطلاح فقہا حنفیہ کہتے ہیں اور چار رکعت پر تروح کو خلاف سنت کہتے ہیں۔

ان کا قول سراسر غلط ہے۔

تراویح کا ثواب

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیمَانًا وَّاحتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ من ذنبہٖ (متفق علیہ)

"جو شخص ایمان اور طلب ثواب کے ساتھ رمضان کا قیام کرے۔ اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں"۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بحوالہ نسائی و احمد وغیرہما اس حدیث میں لفظ مَا تَاَخَّرَ بھی نقل کیا ہے۔ یعنی تراویح پڑھنے سے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اس حدیث میں نماز تراویح کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کی شرح میں قیام رمضان سے مراد نماز تراویح لکھا ہے۔ کرمانی نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے لیکن کبھی

قیام رمضان سے رمضان شریف کی تہجد یا دیگر اذکار و ادعیہ بھی مراد ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

ظاہرہ یتناول الصغائر و الکبائر۔

اس حدیث کا ظاہر چھوٹے بڑے دونوں قسم کے گناہوں کو شامل ہے"

یعنی سب صغائر و کبائر معاف ہو جاتے ہیں۔ ابن منذر نے اسی پر جزم کیا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ صغائر تو بخشے جاتے ہیں اور کبائر کی بخشش کی امید ہے

(مرقاۃ ص۱۶۹ جلد ۱)

عن عبد الرحمن بن عوف ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر رمضان ففضلہ علی الشھور وقال من قام رمضان ایمانا و احتسابا خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ۔ رواہ النسائی۔

عبد الرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کا ذکر کیا اور دوسرے مہینوں پر اسے فضیلت دی اور فرمایا کہ جو شخص رمضان کی راتوں کا قیام کرے ایمان اور طلب ثواب کے لیے وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے یعنی پاک ہو جاتا ہے جیسے اس دن کہ اس کی والدہ نے اس کو جنا یعنی جس طرح اپنی ولادت کے دن گناہوں سے پاک پیدا ہوتا ہے اسی طرح گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ تراویح پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔

نماز تراویح سنت ہے

جاننا چاہیے کہ سنت اس کام کو کہتے ہیں۔ جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ نے مع الترک احیانًا مواظبت فرمائی ہو اور مواظبت دو قسم کی ہے فعلی و تشریعی۔

فعلی وہ فعل ہے۔ جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہو مثلاً سنن رواتب۔

تشریعی وہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس فعل کی تشریع پر مواظبت فرمائی ہو۔ اس کا امر

کیا ہو اس کی ترغیب دی ہو مثلاً اذان نماز کہ بالاتفاق سنت مؤکدہ ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بہ نفس نفیس ایک بار بھی اذان نہیں دی۔

اسی طرح خلفاء راشدین کی مواظبت بھی دو قسم ہے۔ فعلی و تشریعی یہ چاروں موجب سنیت ہیں جس کا تارک گنہگار ہے۔ تراویح اسی قسم سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کی ترغیب دی۔ خود بھی پڑھی۔ خلفاء راشدین کی مواظبت اگر فعلی ثابت نہ ہو تو تشریعی میں کوئی کلام نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تراویح سنت ہے۔ حدیث میں اس کی تصریح بھی آئی ہے ابن ماجہ و نسائی میں عبد الرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کا ذکر کیا اور فرمایا۔

شھر کتب اللہ علیکم صیامہ وسننت لکم قیامہ۔

یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کے روزے اللہ نے تم پر فرض کیے اور اس کا قیام (تراویح) میں نے تمہارے لیے سنت کیا"

اور وہ حدیث جس میں تین دن آپ کا تراویح باجماعت پڑھنا آیا ہے۔ پھر چوتھے روز آپ نہ نکلے اور صبح کو فرمایا کہ میں ڈر گیا، کہ یہ نماز تم پر فرض (نہ) ہو جائے (بخاری)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ نماز تراویح فرض نہیں سنت ہے۔

تراویح کا وقت

نماز عشاء کے بعد ہے

منتقی الاخبار ص۲۰ میں ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں؛

کان الناس یصلون فی المسجد فی رمضان باللیل اوزاعا یکون مع الرجل شیئ من القرآن فیکون معہ النفر الخمسۃ او الستۃ او اقل من ذالک او اکثر یصلون بصلوتہ قالت فامرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انصب لہ حصیرا علی باب حجرتی ففعلت فخرج الیہ بعد ان صلی عشاء الآخرۃ فاجتمع الیہ من فی المسجد فصلی بھم